

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع الرحمن مدظلہ العالی نے  
کے اذکار و نظریات کا بے باک ترجمان  
مجلہ  
صلوٰۃ

[illegible]

فقرمقرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خاں سواتی <small>نور اللہ قادری</small>	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی <small>نور اللہ قادری</small>
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خاں محمد <small>نور اللہ قادری</small>	فخر اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی <small>نور اللہ قادری</small>
الحاکم العصر شہید لہذا حضرت مولانا محمد یوسف لہیائی شہید <small>نور اللہ قادری</small>	امین ملت منظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑی <small>نور اللہ قادری</small>
پاسبان مسئلہ احناف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف <small>نور اللہ قادری</small>	ترجمان مسئلہ دیوبند مولانا نور محمد <small>نور اللہ قادری</small>
وکیل صاحب حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید <small>نور اللہ قادری</small>	جانشین شہید ملت محقق العصر حضرت مولانا سید احمد جلالپوری شہید <small>نور اللہ قادری</small>

وکیل صحابہ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی نوالہ مرقدہ حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لہیانوی نوالہ مرقدہ

مفتی محمد انور اراکوی  
حکومت مولانا  
وکیل احناف منظر اسلام  
رحمۃ اللہ علیہ

پیڑ پر رقت شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمن سیومرو

**مدیر**  
**حسنہ احسانی**  
**0307-5687800**

**مدیر مسئول**  
**مولانا حسن خدای**  
**0320 4902150**

**مدیر اعلیٰ**  
**مولانا جمیل الرحمن عباسی**  
**0301-7790908**

فی شمارہ: 25..... زیر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدای، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82، محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

## ترتیب

- ۱ بی بی سی اردو کا ایک مضمون..... مدیر مسئول کے قلم سے..... 3
- ۲ کچھ دیر حدیث کے ساتھ..... مولانا ابوالحسن بھٹی..... 5
- ۳ افادات شیعین کریمین رحمہما اللہ..... حافظ شمس الدین خان طلحہ صفدری... 8
- ۴ تداعی کے ساتھ ذکر بالجہر کی مجلس..... شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق..... 12
- ۵ غامدیت یا کنعانیت؟!..... سعدی کے قلم سے..... 16
- ۶ عمار ناصر، ڈاکٹر فضل الرحمن کانیا اسلوب..... مولانا مفتی محمد ساجد صدوی..... 19
- ۷ احادیث میں عمار ناصر کی من مانیوں..... وقار چیمہ..... 22
- ۸ پنجاب اسمبلی کا تحفظ خواتین ایکٹ..... مولانا محمد صدیق قریشی..... 25
- ۹ بھارت، امریکہ، ایران۔ ہدف بلوچستان..... اوریا مقبول جان..... 32
- ۳۹ وحدت الوجود اور آل غیر مقلدیت..... مولانا رب نواز..... 39

یہ نقطہ نظر محض جہالت پر مبنی..... (اور..... پس پردہ الحاد کی تعلیم ہے

معروف متجدد عمار خان ناصر کے استاذ مشہور طلحہ جناب جاوید احمد غامدی صاحب فرماتے ہیں:

”یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ ریاست کا بھی کوئی مذہب ہوتا ہے۔ اور اُس کو بھی کسی قرارداد مقاصد کے ذریعے سے مسلمان کرنے اور آئینی طور پر اس کا پابند بنانے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اُس میں کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔“ [روزنامہ جنگ ۲۷ جنوری ۲۰۱۵ء]

جبکہ غامدی صاحب ہی اپنے ایک رسالہ ”پس چہ باید کرد“ میں لکھ چکے ہیں کہ:

”بعض جماعتوں کے لیڈر ابھی یہ جسارت تو نہیں کر سکتے کہ اس معاشرے کو کھلم کھلا الحاد اور بے دینی کی دعوت دیں۔ چنانچہ انھوں نے اس کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ: مذہب لوگوں کا انفرادی مسئلہ ہے۔ وہ اگر اسے اختیار کیے رکھنا چاہتے ہیں تو کیے رکھیں، لیکن جہاں تک ریاست کا تعلق ہے، اسے مذہب سے بالکل بے تعلق رہنا چاہیے۔ ان کے نزدیک یہ بات اب مسلمات میں سے ہے کہ ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔..... یہ نقطہ نظر ظاہر ہے کہ محض جہالت پر مبنی ہے۔“ [ص: ۳۸۔ طبع: ۱۹۹۳ء]

گویا غامدی صاحب اپنے ہی ”فتوے“ کی رو سے ”محض جاہل“ اور ”الحاد کے معلم“ قرار پائے۔

## بی بی سی اردو کا ایک مضمون..... مذہبی طبقات کی خدمت میں!

نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس نے سندھ کے صحرائی علاقے تھر میں مدارس کی بڑھتی ہوئی تعداد پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ادارے کا کہنا ہے کہ تھر ریاست کی لاقلمی، حکومتی نااہلی، افسر شاہی کی سست روی اور بدعنوانی کی وجہ سے سنگین صورت حال کا مظہر بن چکا ہے۔ نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس نے ۳۲ صفحات پر مشتمل رپورٹ میں تھر میں قحط سالی سے نمٹنے کے لیے سفارشات پیش کی ہیں اور کہا ہے کہ تھر میں اب ایک دوسرا مسئلہ سراٹھا رہا ہے اور وہ ہے بنیاد پرستی اور مذہب کی جبری تبدیلی۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ تھر پارکر میں مسلمان آبادی کے مقابلے میں ہندو برادری کی ایک بہت بڑی تعداد میں موجود ہے۔

رپورٹ کے مطابق اگرچہ ریاست نے مدارس کی فعالیت پر محدود کنٹرول حاصل کیا ہے، تاہم کمیشن ان مدارس کے نصاب میں مداخلت کے حوالے سے کوئی کام نہ ہونے کی وجہ سے مدارس کی تعداد میں اضافے کو ایک بہت بڑی انتباہ کے طور پر دیکھتا ہے۔ جسٹس علی نواز چوہان کی سربراہی میں کمیشن نے صحرائے تھر کا تفصیلی دورہ کرنے کے بعد یہ رپورٹ مرتب کی اور اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ کوئی بھی چیز جو خطے میں فرقہ وارانہ امن کو متاثر کرے اس کی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے اقلیتی رکن سندھ اسمبلی ڈاکٹر کھٹول کا کہنا ہے کہ ان کی جماعت نے اپنے اجلاسوں اور فورمز پر اس مسئلے کی نشاندہی کی ہے، ہم مدارس کے مخالف نہیں ہیں لیکن یہ چاہتے ہیں کہ نصاب اور مدارس کی نگرانی ہونی چاہیے۔ ’مٹھی شہر کے علاوہ دیگر شہروں، گاؤں کے علاوہ جنگلوں میں بھی مدارس بن رہے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ایسی کوئی چیز نہ ہو جس سے تھر، سندھ اور پاکستان کے امن میں خلل پڑے۔‘ تھر میں مدارس میں اضافے اور مذہب کی تبدیلی کا معاملہ قومی اسمبلی میں بھی زیر بحث آچکا ہے۔ تحریک انصاف کے رکن قومی اسمبلی لال مالہی کا کہنا ہے کہ اگر کسی کے پاس کھانا نہیں ہوگا اور اس کے بچے بھوک مر رہے ہوں گے تو کوئی بھی یہ نہیں کرے گا کہ وہ سکولوں کی تلاش کرے۔

’انھیں کھانے کی تلاش ہوتی ہے اور جہاں سے بھی کھانا ملے گا وہ اس طرف جائے گا پھر یہ مدرسہ

کیوں نہ ہو، مدارس ہونا کوئی بُری بات نہیں ہے لیکن نہ ان کے نصاب پر کنٹرول ہے اور نہ ہی آج تک ان پر جو الزامات لگتے رہے ہیں اس حوالے سے حکومت کا کوئی کنٹرول نظر آتا ہے۔ تھر میں جو قلتیں رہتی ہیں ان کے لیے تو بہت زیادہ بُری صورت حال ہے۔

لال مالحی کے مطابق یہ مسلم لیگ نواز اور پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور میں شامل ہے کہ وہ مذہب میں جبری تبدیلی کو روکنے کے لیے قانون سازی کریں گے، لیکن دونوں جماعتوں نے اس حوالے سے کوئی قانون سازی نہیں کی۔

مشیر برائے مذہبی امور قیوم سومرو کا کہنا ہے کہ دراصل ان مدارس کے پاس تمام سہولیات ہوتی ہیں، یہ لوگ عطیات پر مدرسے چلاتے ہیں۔ طلبہ کو وہاں کپڑا اور کھانا بھی مل جاتا ہے جس سے ان کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں اور یہ سہولیات ان کے لیے کشش کی ایک بڑی وجہ ہیں۔

قیوم سومرو کا مزید کہنا تھا کہ تھر میں بنیادی مسئلہ غذائی قلت ہے، جب یہ مدارس ان غریب لوگوں کو خوراک اور تعلیم دیتے ہیں تو لوگ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ جس کا حل یہ ہی ہے کہ حکومت ان کو متبادل دے۔ تھر میں پانی، صحت، بھوک اور بے روزگاری کا مسئلہ ہے اور یہ وہ مسئلے ہیں جن پر توجہ دی جاسکتی اور ان سے بہتر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ سندھ کا صحرائی ضلع تھر گزشتہ تین سالوں سے مسلسل سنگین قحط سالی کا شکار ہے، جہاں غذائی قلت اور سہولیات کے فقدان کی وجہ سے نومولود بچوں کی اموات سامنے آچکی ہیں۔

☆.....☆.....☆.....☆

جاوید احمد غامدی، عمار خان ناصر اور دیگر متجددین و ملحدین کی طرف سے پیدا کردہ

شکوہ و شبہات کا خاتمہ کر کے امت سے جوڑے رکھنے والی کتاب

رجم کی شرعی حیثیت..... ایک تحقیقی جائزہ

مع کتاب..... الکلام الفصیح فی اثبات حیاة المسیح

علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

بقلم: حضرت مولانا سیف الرحمن قاسم مدظلہ

فاضل جامعہ ام القرئی مکہ مکرمہ..... و فاضل: جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

صفحات: 368..... رابطہ: 0333-8150875

## مُسْنَدُ ابُو حَنِيفَةَ کی ایک حدیث اور اس کی تشریح

أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُخْرِجُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ مَنْ أَهْلَ الْإِيمَانِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزِيدُ فَقُلْتُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا قَالَ جَابِرُ: أَقْرَأَ مَا قَبْلَهَا إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنَّمَا هِيَ فِي الْكُفَّارِ - [مُسْنَدُ أَبِي حَنِيفَةَ بِرَوَايَةِ الْحَصَكِيِّ: ۱۴]

ترجمہ: ابو حنیفہ یزید بن صہیب سے، وہ جابر بن عبد اللہ سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب آگ سے ایمان والوں کو نکال لیں گے۔ یزید کہتے ہیں میں نے (اپنے استاد جابر سے) کہا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ (جہنمی) اس (آگ) سے نکل نہیں پائیں گے۔ تو جابر نے کہا: اس سے پہلے والی آیت إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا پڑھو۔ یہ آیت کافروں ہی کے بارے میں ہے۔

### فقہ الحدیث و تشریح الروایۃ

(۱)..... یزید کے بارے میں حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ کوئی ہیں پھر مکہ میں آباد ہو گئے تھے، ان کی کنیت ابو عثمان ہے۔ انہیں ”الفقیہ“ بھی کہا جاتا ہے بعض کتابوں میں ”حدثنی یزید الفقیہ“ کے الفاظ درج ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل گروہ کا جو سربراہ یزید تھا جو علمائے اہل سنت کے نزدیک فاسق تھا، وہ اور ہے۔

(۲)..... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کے رہائشی ہیں۔ یزید بن صہیب سفر حج کے لیے جب مدینہ طیبہ گئے تب ان سے یہ حدیث سنی تھی۔ خاص کر اُس دور میں یہ دستور تھا کہ لوگ حج کرنے کی غرض سے مکہ مدینہ جمع ہوتے تو ایک دوسرے کے علوم سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

(۳)..... یہاں یہ صراحت ہے کہ مذکورہ بالا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یعنی مرفوع حدیث ہے۔ جب کہ بعض کتابوں میں ہے کہ یہ فرمان صحابی ہے بالفاظ دیگر یہ موقوف حدیث ہے۔ اصول حدیث میں مسئلہ ہے کہ جب کسی حدیث کے مرفوع اور موقوف فرمان نبوی اور فرمان صحابی ہونے میں اختلاف ہو جائے تو ترجیح مرفوع فرمان نبوی کو ہوتی ہے۔ اس لیے یہ حدیث فرمان نبوی ہی ہے جہاں کہیں فرمان صحابی کے طور پر درج ہے وہاں تاویل کر لیں گے کہ صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیے بغیر ہی اس حدیث کو بیان کر دیا ہے۔

(۴)..... حدیث میں ”اِنَّهٗ قَالَ“ کے الفاظ ہیں، اِنَّہٗ ضمیر منصوب کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور قَالَ کے قائل بھی وہی ہیں۔

(۵)..... اَهْلُ الْاِيْمَانِ سے مراد گناہگار مومن ہیں بالآخر انہیں جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

(۶)..... بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں بسمیہ ہے اس لیے ترجمہ یوں ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب جہنمیوں کو جہنم سے نکالا جائے گا۔

(۷)..... اہل سنت کے نزدیک آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ایمان والوں کو نفع ہوگا۔ یہ حدیث اہل سنت کی دلیل ہے۔

(۸)..... جن آیات واحادیث میں شفاعت کی نفی ہے کہ آخرت میں کسی کی سفارش نہیں چلے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ کافروں کو جہنم سے نجات دلانے میں کسی کی سفارش کام نہیں دے گی جب کہ حدیث میں سفارش کا مفید ہونا ایمان والوں کے لیے بیان ہوا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ اَهْلُ الْاِيْمَانِ سے ظاہر ہے۔

(۹)..... بعض لوگوں کو قرآن کی آیت ”وَ اِنْ لَیْسَ لَنَا نَسَانٌ اِلَّا مَا سَعٰی“ سے شبہ ہوتا ہے کہ کسی اور کی کوشش نفع نہیں دے گی اور سفارش بھی کسی اور کا عمل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بحث ایمان کے حوالے سے ہے کہ کسی اور کا ایمان دوسرے کو نفع نہیں دے گا کہ دوسرے کے ایمان کی وجہ سے غیر مسلم کو جہنم سے نجات مل جائے۔ البتہ ایمان کی دولت موجود ہے تو نبی وغیرہ حضرات کی سفارش سے نفع ہوگا۔ ہر ایمان والا جہنم سے ضرور خلاصی پائے گا، ان شاء اللہ

(۱۱)..... یزید بن صہیب کو بات سمجھ نہیں آئی تو انہوں نے اپنے استاذ سے سمجھا۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ جب کوئی علمی بات سمجھ نہ آئے تو علم والے سے پوچھ لینا چاہیے۔

(۱۲)..... دوسرا یہ بھی ثابت ہوا کہ طالب علم کو سمجھنے کے لیے استاذ سے پوچھنے کا حق حاصل ہے۔

(۱۳)..... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد کو جواب دیا۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ استاد شاگرد کے سوال کرنے پر ناراض ہونے کی بجائے اُسے اُس کے سوال کا جواب دے۔

(۱۴)..... دوسرا یہ بھی ثابت ہوا کہ استاد کو ماہر ہونا چاہیے کیونکہ ماہر استاد ہی ہر سوال کا جواب دے سکتا ہے۔

(۱۵)..... یزید بن صہیب کے سوال کا منشاء یہ ہے انہوں نے جب سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی کہ جہنم والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے نجات مل جائے گی تو اُن کے ذہن میں سوال کھڑا کہ قرآن کریم میں تو جہنمیوں کے لیے بیان ہوا کہ وہ جہنم سے کبھی نہ نکل سکیں گے جب کہ حدیث سے جہنمیوں کا جہنم سے کسی وقت خلاصی پالینا ثابت ہوتا ہے۔

(۱۶)..... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے اس سوال کا یوں جواب دیا کہ جہنم سے خلاصی گناہگار مسلمانوں کو ہوگی،

کافروں کو نہیں۔ حدیث میں جہاں دوزخی لوگوں کے جہنم سے خلاصی پانے کی بات ہے وہ مسلمان گناہ گاروں کے بارے میں ہے اور قرآن میں جو کہا گیا کہ دوزخ والے کبھی بھی دوزخ سے خلاصی نہ پاسکیں گے وہ کافروں کے بارے میں ہے۔

(۱۷)..... اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسلمان گناہ گار جہنم سے کبھی نجات پائیں گے، جب کہ کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

(۱۸)..... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے قرآنی آیت ”وَمَا لَهُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا“ کو کافروں کے بارے میں بتایا ہے اس پر انہوں نے دلیل دی ہے کہ آیت سے پہلے ”إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا“ ہے اور یہ آیت پچھلے رکوع میں ہے۔ پوری آیت اس طرح ہے۔ ان الذين كفروا وماتوا وهم كفار اولئك عليهم لعنة الله والملائكة والناس اجمعين، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ انہی کافروں کے بارے میں کہا گیا ہے: ”وَمَا لَهُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا“ کہ وہ جہنم سے نہ نکل سکیں گے۔

(۱۹)..... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے شاگرد کو جواب دیتے ہوئے دلیل سے سمجھایا۔ اس سے سبق ملتا ہے کہ اگر مخاطب دلیل سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہو تو اُسے دلیل سے قائل کرنا اچھا ہے۔

(۲۰)..... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے جواب دینے سے پتہ چلا کہ قرآن و حدیث ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں جہاں کہیں دونوں میں تعارض (تکراؤ) محسوس ہوتا ہے وہ ظاہری تعارض ہوتا ہے کہ بظاہر نظر آتا ہے، حقیقت میں ہوتا نہیں۔

(۲۱)..... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اِقْرَءْ مَا قَبْلَهَا“ کہ اس سے پہلے والی آیت پڑھو۔“ ان کے فرمان سے ہمیں راہ ملتی ہے کہ جب کسی کتاب میں کوئی اشکال پیش آئے تو ابجھن ختم کرنے کے لیے کتاب میں آگے پیچھے دیکھ لیا جائے۔

(۲۲)..... یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم بننے کے لیے قرآن کا خود مطالعہ کر لینا کافی نہیں بلکہ کسی ماہر استاد سے سمجھنے کی ضرورت ہے جیسا کہ یزید بن صہیب نے قرآنی آیت کا مطلب اپنے استاذ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے سمجھا۔ لہذا جو لوگ کسی ماہر استاد سے پڑھے بغیر صرف اپنے مطالعہ کو کافی سمجھتے ہیں اُن کا عالم کہلانا معتبر نہیں۔

(۲۳)..... کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مذہب ایک ذہنی تسکین کی چیز ہے جہاں تسکین ہو وہی مذہب اختیار کر لیں، اس میں حق و باطل کی تقسیم نہیں اور کوئی سزا و جزا بھی نہیں مگر زیر بحث حدیث اس خیال کا رد کرتی ہے کیونکہ اس میں مجرمین کے لیے جہنم کی سزا کا بیان ہوا ہے۔

(۲۴)..... ”إِنَّمَا هِيَ فِي الْكُفَّارِ“۔ میں لفظ ”إِنَّمَا“ کلمہ حصر ہے اس لیے ترجمہ میں ”ہی“ کا لفظ آئے گا۔ ترجمہ یوں ہوگا ”یہ آیت کافروں ہی کے بارے میں ہے۔“ ☆☆☆☆

## افادات شیخین کریمین

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ..... مفسر قرآن مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ

(۱۴)..... صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والے:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

شیعہ حضرات خلفائے راشدین اور دیگر حضرات صحابہ کرام کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ کا رد اور انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے۔ [ارشاد الشیعہ: ۴۶]

اگر معاذ اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام مسلمان نہ تھے تو پھر ان کے جمع اور نقل کردہ قرآن کریم اور روایات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور ان کے پیش کردہ دین پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اور معاذ اللہ تعالیٰ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ (۲۳) سال تک جو تعلیم دیتے رہے وہ ناقص تھی اور آپ ناکام معلم تھے کہ امتحان کا وقت آیا۔ تو بجز چند حضرات کے باقی ناکام ہو گئے۔ یہ بات نہایت ہی قابل غور ہے

مرے نقص خودی و بے خودی سے میکدے والو  
مجھی پر ہی نہیں ساتی پہ بھی الزام آتا ہے!

[ارشاد الشیعہ: ۵۲]

حضرت امام اہل سنت آیت ”والذین امنوا وھاجروا وجاهدوا الخ“ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

اب اگر کوئی شخص مہاجرین اور انصار میں سے کسی صحابی کو جس کا دلائل اور تاریخی شواہد سے مہاجر یا انصاری ہونا ثابت ہو چکا ہے، معاذ اللہ تعالیٰ کافر، منافق، مرتد، اور ملحد و زندیق کہتا ہے تو وہ قرآن کریم کی اس نص قطعی کا منکر اور پکا کافر ہے۔ لا شک فیہ [ارشاد الشیعہ: ۶۷]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

غرضیکہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کا ایمان اس قدر پختہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود جو لوگ ان کے ایمان میں شک کرتے ہیں اور ان کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں وہ یقیناً منافق زندیق اور کافر ہیں۔ [تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن: ۲۱۶/۱۷]

ہم تو کہتے ہیں کہ شیعہ سنی فساد کی جڑ کو سمجھنے کی کوشش کریں، جب یہ حضرات صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں ان پر تبرا کرتے ہیں تو مسلمانوں کی غیرت گوارا نہیں کرتی اور اس طرح فتنہ و فساد پیدا ہونا ایک



قدرتی امر ہے۔ [خطبات سواتی: ۱۲۴/۴]

شیعہ حضرات کی کتب میں اُن کا یہ نظریہ موجود ہے کہ خلفائے ثلاثہ مسلمان ہی نہیں تھے صرف چوتھے خلیفہ حضرت علی ہی کامل ایمان تھے۔ یہ درحقیقت کفر کی بات ہے جو آدمی کو ایمان اور اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ [خطبات سواتی: ۴۴/۵]

(۱۵)..... ابوالاعلیٰ مودودی صاحب:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

خلافت و ملوکیت میں جو کچھ کہا ہے حقیقت یہ ہے کہ شیعہ حضرات سلجھے ہوئے انداز میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتے اور نہ کہہ سکتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ شیعہ کی پوری جماعت پاکستان بھر میں سو سال تک حضرات صحابہ پر سے وہ اعتماد نہ اٹھا سکتی جو تنہا مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت میں اٹھا کر اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ [مودودی صاحب کا ایک غلط فتویٰ: ۷]

امام اہل سنت رحمہ اللہ مزید ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی خود کو اہل السنّت والجماعت کا ایک فرد تصور کرتے ہیں، لیکن ان کے بے باک قلم سے بعض ایسی چیزیں بھی سرزد ہو گئی ہیں جو اہل السنّت والجماعت کے حق اور منصور مسلک کے سراسر خلاف اور بالکل برعکس ہیں۔ (مودودی صاحب کا ایک غلط فتویٰ ص ۹)

اور اہل حق کی یہی شان ہوتی ہے کہ اگر ان سے کوئی غلط بات سرزد ہو جاتی ہے تو تنبیہ کے بعد اُس پر اصرار نہیں کرتے اور بلا تامل اُس سے رجوع کر لیتے ہیں۔ مودودی صاحب وغیرہ گمراہ سربراہوں کی طرح غلطی واضح ہو چکنے کے بعد نہ تو وہ غلط نظریے پر اصرار کرتے ہیں اور نہ بے جا تاویلات کرتے ہیں۔

[مودودی صاحب کا ایک غلط فتویٰ: ۱۱]

پوری امت کے اجماع کے مقابلہ میں تنہا مودودی صاحب کی ذاتی رائے اور قیاس کی کیا وقعت

ہے؟ ایسی بے بنیاد رائے کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں! نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

ہر معاملہ میں اپنی ہی رائے پر ناز کرنا شرعاً مذموم ہے۔

بلاشبہ ہر صاحب الرائے اور صائب الرائے کو غیر منصوص اور غیر اجماعی مسائل میں اپنی رائے پر عمل کرنے کا حق دیا ہے، لیکن سلف صالحین کا دامن چھوڑ کر اور خود رائے بن کر پانچواں سوار بننا بھی کسی طرح مستحسن نہیں ہے۔ [مودودی صاحب کا ایک غلط فتویٰ: ۴۵، ۴۶]

ہر معاملہ میں آدمی اپنی خواہش اور اپنی پسند اور رائے پر ہی اعتماد نہ کرے بلکہ دوسرے لوگوں کی

معقول اور صحیح رائے کو اور علی الخصوص سلف صالحین کی درست اور صائب رائے کو نظر انداز نہ کرے اور بحمد اللہ تعالیٰ ہم خود بھی اور ہمارے اکابر بھی اسی پر کاربند ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں سلف صالحین کا دامن تھامنے کی توفیق بخشے آمین، برخلاف اس کے دیگر باطل فرقوں اور ان کے سربراہوں کی طرح مودودی صاحب کو اپنی نارسا اور غیر صائب رائے پر ناز ہے اور اس کو کسی قیمت ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ [غلط فتویٰ: ۴۷]

ہم بھی اپنے اکابر کی پیروی میں مودودی صاحب کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ [غلط فتویٰ: ۴۸]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

مولوی مودودی کی جماعت نے اپنے آپ کو جماعت اسلامی مشہور کر دیا ہے باوجودیکہ اُن کا اسلام بھی خود ساختہ ہے جو چودھویں صدی ہجری میں بنایا گیا۔ [عمدة الاثبات: ۱۰۴]

مفسر قرآن حضرت سوانی، حضرت مدنی کے رسالہ ”ایمان و عمل“ کا تعارف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں حضرت مدنی نے مودودی صاحب کے اُس غلط مسلک کا رد کیا ہے جس میں وہ بے عمل مسلمانوں کو اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ مسلک معتزلہ کا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب دائمی جہنمی ہے، حضرت مدنی نے ثابت کیا ہے کہ یہ مسلک غلط اور گمراہ کن ہے، مودودی صاحب کی دیگر بے شمار غلطیوں کی طرح یہ بھی ایک بڑی غلطی ہے..... مودودی صاحب نے جمہور علماء کے خلاف بندوق کے شکار کو بغیر ذبح کیے جائز قرار دیا..... طلوع فجر کے بعد کھانے پینے کو روزے میں جائز قرار دیا..... دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء مشتبہات میں سے ہے اور کانا دجال وغیرہ افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں..... یونس علیہ السلام فریضہ رسالت میں کوتاہیاں کر گئے تھے..... آدم علیہ السلام اطاعت کے بلند مقام سے معصیت کی پستی میں گر گئے تھے..... نوح علیہ السلام میں جذبہ جاہلیت تھا..... حضرت داؤد علیہ السلام خواہشات نفسانیہ میں مبتلا تھے..... ابراہیم علیہ السلام راہ میں شرک کی آلودگی سے مبرا نہیں تھے، منزل پر پہنچنے کے بعد تو حید پر پختہ ہو گئے، العیاذ باللہ۔ اس قسم کے دیگر بھی بہت سے مسائل و عقائد ہیں جن میں مودودی صاحب نے اپنی ادبیانہ تحریروں سے بڑے بڑے کرتب و کمال ظاہر کیے ہیں، خدا اس قسم کی گمراہی سے بچائے۔ [پیش لفظ، خطبات صدارت: ۲۳، مفسر قرآن نمبر: ۲۴۱]

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی دوسری کتاب ”مودودی دستور و عقائد کی حقیقت“ کے تعارف میں فرماتے ہیں کہ:

مودودی نے اس (جماعت اسلامی کے) دستور کی نمبر ۶ میں یہ اصول وضع کیا ہے: ”رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔“ اس شر انگیز اصول سے پہلے تو حضور ﷺ کے علاوہ باقی تمام انبیاء علیہم السلام کا معیار حق ہونا بھی ساقط ہو جاتا ہے..... اور پھر صحابہ کرام کا معیار حق ہونا بھی۔ [ایضاً: ۲۴، مفسر قرآن نمبر: ۲۴۱]

(۱۶)..... اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنا بدعت ہے:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

یہ ایک بین حقیقت ہے کہ اذان سے قبل یا اذان کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا رواج نہ تو آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں تھا اور نہ خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کے دور میں تھا اور نہ خیر القرون میں کوئی شخص اس بدعت سے واقف تھا اور نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی بزرگ نے یہ کاروائی کی اور نہ اس کا فتویٰ دیا۔ بلکہ تقریباً سات سو نوے ہجری تک کسی بھی مقام پر یہ بدعت رائج نہ تھی، اس بدعت کی ابتداء کب ہوئی اور کس نے کی؟ اس میں قدرے اختلاف ہے لیکن قدر مشترک یہ ہے کہ اس کی ابتداء مصر میں ۷۹۱ ہجری میں ہوئی اور اس وقت رافضیوں کی حکومت تھی چنانچہ تاریخ الخلفاء للسیوطی: ۴۹۸، درمختار: ۶۴/۱، اور طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱۱۴ میں اس کی تصریح ہے کہ اس کی ایجاد ۷۹۱ھ کو ہوئی اور درمختار میں ۷۸۱ھ لکھا ہے۔

اصل واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک جاہل صوفی نے یہ طریقہ خواب میں دیکھا (حالانکہ مدار شریعت خوابوں پر نہیں ہے اور نہ وہ شرعاً حجت ہیں) تو مصر کے ایک ظالم اور راشی حاکم کے سامنے پیش کیا۔ اس نے قانوناً یہ بدعت جاری کر دی۔ [درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ: ۳۱، ۳۲]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اذان کے الفاظ تمام کتب احادیث میں موجود ہیں، جو آپ ہر روز پانچ وقت لاؤڈ سپیکر پر سنتے ہیں۔ یہ کلمات اللہ اکبر سے شروع ہو کر لا الہ الا اللہ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ ان کلمات کے ساتھ کہیں صلوٰۃ و سلام کا ذکر نہیں ہے۔ اذان سے پہلے جو موجودہ زمانے میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا رواج پیدا ہو گیا ہے جس کو بدعت سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی کو مسئلہ سمجھایا جائے تو صحیح بات تسلیم کرنے کی بجائے سمجھانے والے کو ملامت کیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ بار بار سمجھایا جاتا ہے کہ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا یہ موقع محل نہیں ہے مگر لوگ ضد کرتے ہیں۔ اسی طرح اقامت کے دوران جب اشہد ان محمداً رسول اللہ کے کلمات بولے جاتے ہیں تو اس وقت بھی بعض لوگ ﷺ کہتے ہیں۔ بھائی! یہ موقع صلوٰۃ و سلام کا نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تم بھی وہی کلمات دہراؤ جو مؤذن یا مکبر کہتا ہے۔ البتہ جب اذان ختم ہو جائے تو پھر درود شریف پڑھو، مگر کیا کیا جائے غلط روش کا اکثر دیکھا ہے کہ جب مؤذن اذان کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو سننے والے محمد رسول اللہ کہہ اٹھتے ہیں، گویا کہ حضور علیہ السلام کی بتلائی ہوئی اذان نامکمل ہے جسے یہ لوگ مکمل کر رہے ہیں۔ یاد رکھو! اپنی طرف سے اضافہ بدعت میں داخل ہے۔ [خطبات سواتی: ۴۳۲/۶] (جاری)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ  
شیخ الحدیث: جامعہ خیر المدارس، ملتان

## تداعی کے ساتھ ذکر بالجہر کی مجالس (..... قسط: ۱.....)

اللہ تعالیٰ کا ذکر ایک عمدہ ترین عبادت ہے دعا کرنا بھی ایک اعلیٰ ترین نیکی ہے اور قربت ہے مگر اسی طریقہ سے جس پر شریعت حقہ نے رہنمائی کی ہے۔  
عرفہ کی فجر سے لے کر آخر ایام تشریق تک تکبیرات جہراً اور حج کے دنوں میں تلبیہ جہراً کہنا ثابت ہے پس جہاں جہراً ذکر ثابت ہے وہاں سنت ہے جہاں جہراً ذکر کا ثبوت نہیں ہے وہاں آہستہ ذکر کرنا بہتر ہوگا شریعت کی مراد اس سے پوری ہوگی یہی حکم دعا کا ہے۔

### دلائل:

(۱)..... اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّكَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَصِلِينَ ۝ پکارو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے بے شک وہ محبت نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں سے۔  
(۲)..... وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ ڈرتے ہوئے جہر سے کم آواز میں۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر، دعا نہایت اخلاص، عاجزی اور انکساری کے ساتھ ہو اور آہستہ چپکے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔  
(۳)..... صحابہ کرامؓ ایک مرتبہ بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ اربِعُوا أَنْفُسَكُمْ أَنْكُمْ لَسْتُمْ تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا وَأَنْكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ. [بخاری: ۶۰۵/۲، مسلم شریف: ۳۴۶/۲] اے لوگو اپنے آپ پر نرمی کرو، بیشک تم نہیں پکار رہے کسی بہرے کو اور نہ کسی غائب کو اور بیشک تم پکار رہے ہو ایسی ذات کو جو سمیع ہے اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

اس پر علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

فيه النذب إلى خفض الصوت بالذكر إذا لم تدع حاجة إلى رفعه. [مسلم شریف: ۳۴۶/۲] یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آہستہ ذکر کرنا بہتر ہے جب کہ کوئی داعیہ رفع صوت کا پیش نہ آئے۔

(۴)..... وقال ابن بطلال: المذاهب الأربعة على عدم استحبابه. [البدایہ والنہایہ: ۲۷۰/۱۰] محدث ابن بطلال فرماتے ہیں کہ چاروں مذاہب اس پر متفق ہیں کہ جہر سے ذکر کرنا مستحب نہیں۔  
(۵)..... قال النووي:

ونقل ابن بطلال واخرون: إن أصحاب المذاهب المتبوعة وغيرهم متفقون على عدم استحباب رفع الصوت بالذكر والتكبير. وعن ابن عباس إن رفع الصوت بالذكر حين ينصرف من المكتوبة كان على عهد النبي ﷺ. [مسلم شریف: ۲۱۷/۱] حمل الشافعي هذا الحديث على أنه جهر وقتا يسيرا حتى يعلمهم صفة الذكر لا أنهم جهروا دائما. امام نووی فرماتے ہیں کہ: ابن بطلال اور دوسرے حضرات نے نقل کیا ہے کہ: بے شک متبوعہ مذاہب والے اور ان کے غیر متفق ہیں ذکر اور تکبیر میں بلند آواز کے عدم استحباب پر۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے جو روایت ہے بیشک بلند آواز سے ذکر کرنا فرض نمازوں سے فراغت کے بعد یہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تھا۔ اس حدیث کو امام شافعیؒ نے محمول کیا ہے اس بات پر کہ کسی وقت قلیل مقدار میں ذکر بالجہر کیا تاکہ صحابہ کرامؓ کو ذکر کا طریقہ سکھائیں نہ یہ کہ وہ ہمیشہ جہر اُذکر کریں۔

اگر یہ ذکر دائماً ہوتا تو ضرور صحابہ کرامؓ کا اس پر عمل ہوتا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور سفر و حضر میں حاضر باش صحابی ہرگز ذکر بالجہر اور بلند آواز سے درود شریف پڑھنے والوں کو یہ فرماتے ہوئے مسجد سے نہ نکالتے کہ تم نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں تاریک بدعت ایجاد کی ہے۔ جس طرح تعلیم کے لئے بسم اللہ جہر اُڑھنا آپ ﷺ سے ثابت ہے لیکن اس پر دوام کرنا بدعت ہے۔ علامہ حلبی حنفیؒ لکھتے ہیں:

ولأبى حنيفة أن رفع الصوت بالذكر بدعة مخالفة للأمر في قوله تعالى: اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○ [کبیری: ۵۶۶] حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ: بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کے خلاف ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے چپکے چپکے پکارو۔

(۶)..... ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

وقد نص بعض علمائنا بان رفع الصوت في المسجد ولو بالذكر حرام. [مرقات  
على المشكوة: ۴/۲۰۷] ہمارے علماء نے صراحت کے ساتھ یہ حکم بیان کیا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا  
اگرچہ ذکر کے ساتھ، حرام ہے۔  
(۷)..... امام نوویؒ لکھتے ہیں:

أما الدعاء فيسر به بلا خلاف. [شرح مسلم: ۳۱۱/۱] اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ دعا  
آہستہ آواز سے کرنی چاہئے۔

(۸)..... امام سراج الدین الحنفیؒ اور ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

يستحب في الدعاء الإخفاء ورفع الصوت بالدعاء بدعة. [فتاویٰ سراجیہ: ۷۲،  
موضوعات کبیر: ۱۷] دعائیں پست آواز مستحب ہے اور دعا میں آواز کو بلند کرنا بدعت ہے۔  
[ماخوذ راہ سنت: ۱۷۴-۱۷۹]

## مجالس ذکر:

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ذکر بالجہر کا فقہ حنفی سے حکم معلوم ہوا، اب مجالس ذکر کا حکم جانتے ہیں،  
مجالس ذکر کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ مجامع ذکر ۲۔ علاج اجتماعی ذکر ۳۔ تداوی کے ساتھ اجتماعی ذکر بالجہر  
(۱)..... مجامع ذکر:

لوگ از خود ذکر اور عبادت کے لئے مساجد اور خانقاہوں میں جمع ہو جائیں جس میں تداوی نہ ہو اور  
لوگ اپنی اپنی صوابدید پر ذکر کریں، اس میں کوئی شخصیت داعی نہیں ہوتی، اس کو ”اجتماعی ذکر“ سے نہیں بلکہ  
”مجامع ذکر“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ مجامع اکثر مساجد میں ہوتے ہیں جن کو فرشتے تلاش کرتے ہیں اور ان  
میں شامل ہوتے ہیں۔

(۲)..... علاج اجتماعی ذکر:

شیخ اپنے مریدین کے لیے جو ذکر تجویز کرتا ہے اس کی رائے اور احتیاط بالجہر تجویز کرے یا بالسر۔  
اجتماعی طور پر ذکر کرائے یا انفرادی طور پر ذکر کرائے یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدن ہے۔  
چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

اسی طرح ان اشغال کو جمعیت خاطر کا ذریعہ سمجھ کر کرے تو درست ہے، عبادت مقصودہ سمجھ کر  
کرے تو بدعت ہے۔ یہی حکم ذکر اللہ میں جہر کرنے کا ہے اگر جہر سے ذکر دفع وساوس اور جمعیت خاطر کے

حصول کی تدبیر سمجھ کر کرے تو درست ہے خود جہر کو طاعت مقصودہ سمجھے تو بدعت ہے۔ [مجالس مفتی اعظم: ۳۱۵، از: مفتی عبدالرؤف سکھروی]

(۳)..... تداعی کے ساتھ اجتماعی ذکر:

کوئی شیخ اپنے مریدین کو یا کوئی مرید اپنے پیرو بھائیوں کو اپنے شیخ کی مجلس میں شرکت کی دعوت دیتا ہے۔ آجکل اخبار میں اشتہار یا بیان دیا جاتا ہے کہ فلاں جگہ مجلس ذکر ہوگی اور باقاعدہ تداعی کی جاتی ہے۔

تینوں صورتوں کا حکم:

تیسری صورت بدعت ہے اور پہلی دونوں صورتیں جائز ہیں۔

حضرت مدنیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مجلس ذکر کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں اور لوگوں کو بلا بلا کر مجلس ذکر میں شامل کیا جاتا ہے، حالانکہ کسی مستحب عبادت کے لیے (تداعی) لوگوں کو بلانا جائز نہیں۔ ملاحظہ ہو براہین قاطعہ از: مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ۔ [رسالہ حق چار یار: ۷۸ جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء]

فقہاء نے تداعی سے نفل کی جماعت کو بدعت لکھا ہے۔ اس طرح تداعی کے ساتھ ذکر کے اجتماع کی مثال خیر القرون میں نہیں ملتی، لہذا اس کو بدعت کہا جائے گا، یہ احداث فی الدین ہے۔ حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں اور خیر القرون میں اس قسم کے اجتماعات نہ ہوتے تھے خصوصاً جب کہ ان اجتماعات کو سنت قرار دیا جائے تو یہ بدعت ہوں گے۔ (جاری ہے۔۔۔۔)

## وفیات

..... شیخ التجوید مولانا قاری منظور احمد مدنی صاحب بہاول پور

..... قاری محمد امین صاحب کی والدہ محترمہ

..... دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کے فاضل مولانا حماد اللہ ترمذی کے والد محترم

..... مولانا محمد صابر [مدرس: جامعہ مدنیہ جدید، لاہور] اور محمد اشرف صاحب مانسہرہ کی تائی محترمہ

..... محمد یوسف غوری صاحب [کراچی] کی بھتیجی کے شوہر نامدار

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ [ادارہ]

## غامدیت..... یا..... کنعانیت ---!!؟

ہماری یہ دنیا فتنوں، گمراہیوں، شیطانوں، جادوگروں اور دھوکوں سے بھری پڑی ہے... اگر کوئی اپنا ایمان بچانا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ... حضرت انبیاء علیہم السلام سے جڑا رہے... تمام انبیاء علیہم السلام کے نبی ہونے پر پختہ ایمان لائے... تمام انبیاء علیہم السلام سے سچی اور قلبی محبت رکھے... تمام انبیاء علیہم السلام کے سچے واقعات اور قصوں سے روشنی لے... حضرت آدم علیہ السلام کو پہلا نبی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانے... اور احکامات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے... کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہودیت، نصرانیت اور رہبانیت وغیرہ میں کامیابی مل سکتی تھی... مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد... اب کامیابی صرف ”اسلام“ میں ہے... دین کی ”دعوت“ بھی اسی لئے ہے... اور جہاد و قتال بھی اسی لئے ہے... مسلمانوں میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو گئے ہیں جو اصل میں... دین اسلام کی دعوت روکنا چاہتے ہیں... جو ”جہاد فی سبیل اللہ“ کے دشمن ہیں... ان لوگوں نے یہ نعرہ لگایا ہے کہ... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر بھی یہود و نصاریٰ کامیاب ہو سکتے ہیں... پاکستان میں اس فتنے کی لگام ”غامدی“ کے ہاتھ میں ہے... جبکہ مصر میں ”عبدالربہ“ اور ہندوستان میں ”وحید الدین خان“ وغیرہ....

یہ لوگ دراصل.... نہ غامدی ہیں، نہ خانی اور نہ عبدی.... یہ سارے حقیقت میں ”کنعانی“.... اور ”یامی“ وغیرہ.... اس پورے فتنے کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید کے ایک زندہ قصے میں غور کرنا ہوگا.... یہ قصہ ہے حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ”بیٹے“ کا.... حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کل چار بیٹے تھے.... سام، حام، یافث.... یہ تین حضرات ”مومن“ تھے.... اپنے والد محترم کے ہم دین، ہم سفر اور خادم.... چوتھا بیٹا جس کا نام بعض مفسرین نے ”کنعان“ اور بعض نے ”یام“ لکھا ہے.... وہ کافر تھا.... بس اسی بیٹے سے وہ مزاج شروع ہوتا ہے جو لوگوں کو ”غامدی“ بناتا ہے.... اپنے گھر کی ہدایت کو حقیر سمجھنا اور باہر کی عالمی برادری کو معزز سمجھنا.... اپنے گھر کو تنگ سمجھنا اور باہر کے دشمنوں کو ترقی یافتہ سمجھنا.... اپنے گھر کی روشنی کو ذلیل قرار دینا اور باہر کی چکا چوند کو لپٹائی نظروں سے دیکھنا.... ”کنعان“ کی نوجوان آنکھیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ.... اس کا گھر باہر کی دنیا سے بالکل کٹا ہوا ہے.... اس کا گھر باہر کی دنیا میں بہت رسوا اور بدنام ہے.... اس



کا گھر باہر کی دنیا سے بالکل الگ اور فرسودہ ہے.... اس گھر کو باہر والے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں.... اس گھر کو باہر والے اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں.... باہر کے لوگ دنیا آباد کر رہے ہیں جبکہ اس گھر میں دنیا ویران نظر آتی ہے.... ایک ”باباجی“ اس گھر سے نکلتے ہیں اور لوگوں کو ایک پیغام سناتے ہیں.... ان کے پیغام کو کوئی نہیں سنتا.... لوگ ان کا مذاق اڑاتے ہیں.... ان کے گلے میں رسیاں ڈال کر ان کو گھسیٹتے ہیں.... چھوٹے بچے ان کے پیچھے تالیاں بجاتے بھاگتے ہیں.... شہر کے معزز لوگ ان کو دیکھتے ہی کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر راستہ بدل لیتے ہیں.... اور شہر کے طاقتور لوگ ان پر پتھر برساتے ہیں.... وہ ”باباجی“ صبح سے رات تک.... لوگوں میں پھرتے، ماریں کھاتے، لہو لہان ہو جاتے اور رات کو گھر واپس آتے اور مصلیٰ بچھا کر.... رب تعالیٰ کے سامنے آہ و زاری میں لگ جاتے....

یہی روز کا معمول تھا.... دس سے بارہ سال کی شبانہ روز محنت کے بعد کوئی ایک آدھ آدمی ان کے پیغام کو تسلیم کرتا.... اور وہ تسلیم کرنے والا عالمی برادری کا کوئی معزز، تاجر، مفکر یا صنعت کار نہیں.... کوئی معمولی مزدوری کرنے والا غریب آدمی ہوتا....

یوں کنعان کا گھر.... معاشرے کے غریب اور معمولی افراد کی بیٹھک بن گیا.... عالمی برادری ترقی پر ترقی کر رہی تھی.... اور اس گھر میں صرف یہ بات ہوتی کہ.... اللہ تعالیٰ کو ایک مانو.... تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کی جنت ملے گی.... ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی ملے گی.... اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، معافی مانگو.... تمہیں دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات ملے گی.... اس گھر میں نہ دنیا بسانے کی باتیں ہوتیں.... اور نہ ترقی کے منصوبے.... اب کنعان کے لئے دور استے تھے.... ایک یہ کہ وہ اپنے تین بھائیوں کی طرح اپنے والد محترم کی بات مان لیتا.... اور دنیا سے کٹ کر ایک الگ مکان کا حصہ بن جاتا.... اور دوسرا راستہ ”غامدیت“ کا تھا کہ.... وہ عالمی برادری کا حصہ بنے.... دنیا میں رہنا ہے تو اہل دنیا کو کامیاب سمجھے.... زمین پر رہنا ہے تو زمین بسانے والوں سے کندھے جوڑے.... آپ کہیں گے کہ.... غامدی تو اُس وقت تھا نہیں تو ”غامدیت“ کہاں سے آگئی....

جواب یہ ہے کہ.... یہی ”کنعانیت“ ہر زمانے میں ابھرتی ہے اور اپنا کوئی اچھا سا نام رکھ لیتی ہے.... آپ جاوید غامدی صاحب کے نظریات دیکھیں، وحید الدین خان کے نظریات پڑھیں.... عبد ربہ کا فلسفہ دیکھیں... ان سب کی سوچ میں بس ایک بات مشترک ہے.... وہ یہ کہ یہ حضرات اسلام کے گھر میں پیدا ہو گئے.... مگر ان کو اسلام کا گھر حقیر لگتا ہے.... اور اسلام سے باہر کی برادری نعوذ باللہ عزت یافتہ.... پھر یہ اسلام سے نکلنے اور باہر کی برادری کا حصہ بننے کے سفر پر نکل پڑتے ہیں.... آپ کو کوئی دو غامدی دنیا میں ایسے نہیں ملیں گے جن کے نظریات ایک جیسے ہوں.... خود غامدی اور وحید الدین کے بقول ان کے باہمی نظریات میں

.... اسی (۸۰) فیصد اختلاف ہے.... مگر ان سب کا راستہ اور سوچ ایک ہے.... اور وہ ہے ”کنعان“ پریشانی.... یہ جس چیز کو عزت اور ترقی سمجھتے ہیں وہ انہیں اپنے گھر میں نظر نہیں آتی.... اور اس گھر سے باہر کی ساری دنیا ان کو اچھی لگتی ہے.... چنانچہ وہ گھر کی حدود سے آزاد ہونے اور باہر کی برادری کا حصہ بننے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں.... اس کوشش میں پھر وہ اپنے نئے نئے نظریے اور طریقے گھڑتے ہیں.... وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے گھر کی محفوظ عمارت کو عالمی برادری کا کھٹا بنادیں.... اسی لیے وہ اسلامی مسلمات اور اسلامی امتیازات کا انکار کرتے ہیں.... تا کہ اسلام کا اصلی گھر مکمل طور پر تبدیل ہو جائے.... حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک قوم کو دعوت دیتے رہے.... ان کے گھر سے ”لا الہ الا اللہ“ کا کامیابی والا پیغام بلند ہوتا رہا.... ان کے گھر پر رحمت اور فرشتے دن رات اترتے رہے.... مگر ”کنعان“ تو زمین دیکھ رہا تھا.... معاشرہ دیکھ رہا تھا، دنیا دیکھ رہا تھا.... زمانے کے معزز کھلانے والے لوگوں کے ساتھ اٹھ بیٹھ رہا تھا.... چنانچہ اسے اپنے والد پر بھی شرمندگی ہوتی.... اور اپنے گھر پر بھی.... جب ملک میں قحط پڑتا تو ملک کے دانشور مل بیٹھتے.... طرح طرح کے آپاشی اور زراعت کے منصوبے بناتے.... کنعان گھر آتا تو ”اباجی“ فرماتے.... قوم اگر ”استغفار“ پر آ جائے تو قحط ختم ہو جائے.... پھر ”اباجی“ یہ دعوت لے کر شہر کے گلی کوچوں میں نکل جاتے.... لوگ مذاق اڑاتے کہ.... ”استغفار“ کا آپاشی یا زراعت سے کیا تعلق؟.... کنعان کو بڑی شرم آتی کہ واقعی.... میرا باپ پورے خاندان کو شرمندہ کر رہا ہے.... زراعت و تجارت کے ماہرین کے سامنے استغفار، استغفار کی دعوت دیتا ہے.... حالانکہ دنیا بہت آگے نکل چکی ہے.... بس اسی شرم اور شرمندگی نے کنعان کو کفر کی راہ پر ڈال دیا.... جبکہ باقی تینوں بھائی.... اپنے ”اباجی“ کی تصدیق کرتے رہے.... اور انہیں ہمیشہ یہ فخر رہا کہ ہم جس گھر میں ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے.... اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے اترتے ہیں.... ہمیں اپنے خالق کو راضی کرنا ہے نہ کہ.... فانی مخلوق کو....

پھر اس پوری قوم کی تباہی کا فیصلہ ہو گیا.... تین بیٹے باپ کے ساتھ نجات کی کشتی بنانے میں مصروف ہو گئے.... عالمی برادری نے اس کشتی کا مذاق اڑانا شروع کر دیا.... ”کنعان“ اس شرمندگی سے بچنے کے لئے عالمی برادری کا حصہ بنا رہا.... پھر طوفان آ گیا.... عالمی برادری ڈوب گئی.... کنعان بھی غرق ہو گیا.... اور وہ گھر جو روئے زمین پر سب سے الگ تھلگ، سب سے کٹا ہوا.... سب سے فرسودہ سمجھا جاتا تھا.... ایک کشتی میں بیٹھ کر پورے روئے زمین کا مالک بن گیا.... آج وہی گھر ”اسلام“ ہے.... وہی کشتی ”دین اسلام“ ہے.... اور اس کے چاروں طرف اس گھر اور کشتی کا مذاق اڑانے والی چمکتی دکتی عالمی برادری...

(بقیہ صفحہ 49 پر)

## عمار خان ناصر..... ڈاکٹر فضل الرحمن کانیا اسلوب

محترم القام جناب حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد ازاں سلام بعد آداب عرض خدمت ہے کہ:

ماہنامہ ”القاسم“ آپ کی مسلسل عنایت کی بدولت برابر ہر مہینے باصرہ نواز ہوتا ہے، آپ کی تحریری کاوشوں پر مطلع کرتا ہے، جامعہ ابو ہریرہ اور ”القاسم اکیڈمی“ کی تحریکوں اور کاوشوں سے باخبر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت و صحت سے رکھے، ہمیں آپ کے حسن ظن پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرما کر دارین میں سرخرو فرمائے۔ (آمین)

اس دفعہ کے شمارہ بابت ماہ..... جون ۲۰۱۱ء میں آپ نے ”عمار خان ناصر کس راستے پر چل نکلے!“ کے عنوان سے جو لمحہ فکریہ پیش کیا ہے اس کو پڑھ کر جی خوش ہوا، ”شریعت کو نسل“ کی طرف سے اعزاز و اکرام کے ہاتھ بڑھائے جانے کے باوجود آپ نے مناصب اور نسبتوں کے بجائے حق کا ساتھ دیا اور دکھی رگ پر انگلی رکھی۔ این چنیس کند مرد حقانی!

آپ نے پہلے بھی اس ”فتنہ جدیدہ“ کے کارپردازوں کو بڑے شفقانہ لہجے میں تنبیہ کی تھی جس سے اہل ایمان کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچی تھی۔ ستر کی دہائی میں ڈاکٹر فضل الرحمن نے ایوبی سایہ میں ”دین اکبری“ کی جو تحریک شروع کی تھی وہ نئے طرز انداز میں ”گلوبل ویلج“، ”سائنسی بنیادیں“، ”بین الاقوامی مشکلات“ اور دوسرے نام و عنوانات کے ساتھ دوبارہ اٹھائی جا رہی ہے، شرارت کا خمیازہ بھگتنے کے لیے سابقوں اور لاحقوں میں لپیٹ لپیٹ کر اس کو پیش کیا جاتا ہے؟ مگر افسوس کہ..... اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

علمی اور دعوتی اسلوب جو تعبیر کی سلاست سے زیادہ معانی کی دقت، قلم کے سہارے سے زیادہ قلب، دماغ، کردار اور زبان و قلم کی وحدت کے سہارے قائم ہمارے بزرگوں کا معمول تھا اب اس کی جگہ ”صحافتی اسلوب“ کو رواج دیا جا رہا ہے جس کی باگ دوڑ جہالت کی تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والوں کے ہاتھ میں ہے اب ان کی خبر لینے کے لیے مولانا لدھیانوی، مولانا جلالپوری رحمہم اللہ بھی نہیں رہے۔

ایوبی دور کے اس فتنہ کے تار و پود و بقی زما نہ محدث العصر بطل جلیل علامہ بنوریؒ نے بکھیر دیئے تھے، ”بصائر و عبر“ میں اس کی تفصیلات مذکور ہیں جو مسائل حاضرہ جدید علم کلام نئے فتنوں کے تعاقب اور فکر و نظر کی بالیدگی کا بہترین مجموعہ ہے (راقم السطور کا ارادہ ہے کہ اس عظیم دستاویز پر کچھ لکھا جائے اللہ تعالیٰ اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔) ”موصوف متکلم فیہ“ کی تحریروں کے بارے میں آپ کا یہ لکھنا بالکل بجا ہے اور عین حقیقت ہے ”اگر یہ بات کسی پرویزی، کسی غامدی، کسی قادیانی، کسی بے دین کالم نویس نے لکھی ہوتی تو کبھی کڑھن نہ ہوتی اور نہ اس سلسلہ میں کچھ لکھنے کی ہمت ہوتی کہ برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے میرے خیال میں آں عزیز کی اس نوعیت کی تحریری کاوشوں سے ملحدوں، دہریوں اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کے خلاف کام کرنے والے دین دشمنوں بالخصوص قادیانیوں کی مذموم تحریکات کو تقویت ملتی بلکہ ان کی ترجمانی ہوتی ہے۔“

بات یہ ہے کہ اس برتن کے اندر جو کچھ ہے وہی ٹپکتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس سے دین و شریعت کے متفق علیہ متوارث مفہوم کی اہمیت اور اس کی عظمت و جلالت کا اقرار سمجھ میں آتا ہو جس سے ایمان کی پختگی، کردار و عمل کی ترقی رجوع الی اللہ و حیدر رسالت اور آخرت کے عقیدہ و تعلیم کا نمونہ بننے کی ترغیب پیدا ہوتی ہو جو اکابر دیوبند کے مسلک و مزاج کا وطیرہ رہا ہے اور آج بھی ان کے تلامذہ اسی پر کاربند ہیں۔ نہ ہی ان کی کاوشیں باطل نظریات کی بیخ کنی ان کی پس پردہ کاوشوں کی نقاب کشائی اور اہل ایمان و اسلام کو مغربیت کی سازشوں، مادیت کے فتنوں اور آخرت سے غفلت کے نتائج سے برابر آگاہ کرنے میں صرف ہوتی نظر آتی ہیں بلکہ یہ سب باتیں ان کے یہاں محض علمی اور صرف نظریاتی موضوعات ہیں جس پر زیادہ سے زیادہ کسی کانفرنس اور پروگرام کا انعقاد کر کے نری بحث مباحثہ کو آگے بڑھایا جاتا ہے اور اہل ایمان اسلام کو شکوک و شبہات کے ایک لامتناہی سلسلے میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

آپ نے ایمانی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے مذکورہ مضمون میں خبردار کیا ہے کہ اتحاد اسلامی کی علمبرداری کے نام پر پھیلانے جانے والے مغربیت کے ملغوبہ سے باطل گروہوں کے نظریات کی بو محسوس ہو رہی ہے مذکورہ بالا اقتباس میں جن باطل پرستوں کے نام لیے گئے ہیں انہی کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور وہی ان فکری مباحث پر بغلیں بجا رہے ہیں کہ ہماری آواز ہمارا پیغام کس خوبصورتی کے ساتھ عام کیا جا رہا ہے کہ وہ آپ بھی ایسا نہ کر سکتے تھے مگر ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ مردان حقانی موجود ہیں، ان کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونکی جاسکتی۔

مغربیت کا پتہ سمہ کرانے والے اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں کے تعاون سے ایک مستقل مکتب فکر

کی شکل میں دوسروں کو بھی رواداری، وسعت نظر، ضرورت زمانہ مکالمہ بین المذاہب، ڈائیلاگ وغیرہ خوشنما لیبلوں کے تحت استعماریوں کے فکر اقتدار اور خواہشات کی تکمیل کے لیے تیار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کے لیے رسائل و جرائد کے مدیران اور دینی تعلیمی وفاقوں کے نمائندہ گان پر بالواسطہ ”نظر کرم“ رکھے ہوئے ہیں، اندرون و بیرون ملک دوروں کا انتظام کر کے اور مختلف تربیتی ورکشاپس منعقد کر کے احقاق حق اور ابطال کی سوچ ختم کرنے اور اس کی بیخ کنی کرنے کی تربیت دیئے جانے کے سلسلے جاری ہیں۔

یہ سب کچھ کھلے عام ہو رہا ہے اس کے باوجود امام اہل سنت کے سانحہ ارتحال کے روز ایک ترجمان، تعزیتی کالم میں ان کاوشوں کو امام اہل سنت کی پسندیدگی کا سرٹیفکیٹ دلانے کی پوری کوشش کی جا رہی تھی، لوگوں کو یہ باور کرایا جا رہا تھا کہ یہ سب کچھ جس پر آب انگلی اٹھائی جا رہی ہیں، امام اہل سنت کے علم میں بلکہ ان کی خاموش تائید کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے حالانکہ اس طرح کی باتیں امام اہل سنت جیسی واضح غیر مبہم شخصیت کی حیثیت عرفی کو متاثر کرنے کی کوشش سے کم نہیں ہیں تفاوت راہ ست کجا تا کجا

اب بھی جبکہ ”موصوف متکلم فیہ“ اپنا موقف کئی بار دو ٹوک انداز میں بیان کر چکے ہیں کئی جگہ تو سابقوں اور لاحقوں کا سہارا لینے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی، نہ ہی مسلمات کی بنیاد پر کسی اشکال و اعتراض کو درخور اعتناء سمجھا سر پرستی کیوں کی جا رہی ہے؟ امام اہل سنت کے واضح کردہ مسلک حق کی پابندیوں سے آزاد پلیٹ فارم کیوں مہیا کیا گیا ہے؟ مگر سادگی کی انتہاء کہ سب کچھ کا تیا پانچہ کرنے کے باوجود ”مسلمات کا دائرہ کراس نہ ہو“ کی صدائے بے اثر بلند کی جاتی ہے جس کی حقیقت ایک ”لاحقہ“ کے سوا کچھ نہیں صرف خاموش کرنے کا ایک ناکام حربہ، جسے مغربی مسلمات کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے داد تحقیق دینا قرار دیا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کی حق گوئی کو قبول فرما کر نوجوان نسل کے لیے راہنمائی کا ذریعہ بنادے، تاکہ اپنے ان بزرگوں کے قدم بقدم چل کر مسائل و مشکلات کے بھنور سے نکلا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم و عمل اور فہم و تدبر کی غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا، جن کے دم قدم سے چلنے والے ہی امت کے پشتی بان رہے، اور حق و باطل کی آویزش میں واضح علامت ثابت ہوئے، اسی فہرست میں ایک عظیم شخصیت امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی، جو اپنی حق گوئی اور اکابر پسندی میں مثالی تھے، جواب بھی لوگوں کے لیے اپنی تصانیف اور نظریاتی تلامذہ کے بواسطہ روشنی، راہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہیں، ”اپنے“ کہلائے جانے والوں کی تلپیسات اور تزویرات کے باوجود ان کا یہ فیض برابر باقی و جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[بشکریہ: ماہنامہ القاسم، جولائی ۲۰۱۱ء]

## احادیثِ رسول کے معنی میں..... عمار خان ناصر کی من مانیوں

(۱)..... ابن مسعودؓ، احادیثِ نزولِ مسیح..... اور عمار خان ناصر صاحب کی تحقیق  
دلیل کا ”بہانہ“ بنا کر متفق علیہ مسائل میں امت سے الگ ڈگر قائم کر کے فخر کرنے والے عمار صاحب  
غامدی صاحب کے دفاع میں عقیدہ نزولِ مسیح علیہ السلام کو ”ظنی“ ثابت کرنے کی کوشش میں فرماتے ہیں:  
”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور حاضر باش صحابی سرے سے اس سے وقف نہیں  
تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں انہوں نے دجال کے واقعے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ:  
ويزعم أهل الكتاب أن المسيح ينزل فيقتله.  
[متدرک حاکم، رقم ۹۱۵۸، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم ۱۶۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ رقم: ۷۳۶۷۳]  
اہل کتاب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے۔  
گویا انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اس بات کا کوئی علم نہیں تھا۔“ [براہین: ۱۷۰]  
موصوف کے استدلال کا مدار روایت کا لفظ ”زعم“ ہے۔

لیجئے ایک روایت لی گئی، اس کا من مانا ترجمہ کیا گیا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس  
موضوع سے متعلق روایات کی تلاش کی کوشش کیے بغیر، کمال اعتماد سے فیصلہ صادر فرما دیا گیا کہ صحابی مذکور نے  
اس سے متعلق کوئی روایت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی تھی۔

موصوف کے اس دعویٰ کے برخلاف، سنن ابن ماجہ اور مسند احمد وغیرہ میں روایت ہے:  
عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: لما كان ليلة أُسرى برسول الله صل الله عليه وسلم،  
لقى إبراهيم، وموسى، وعيسى فتذاكروا الساعة...، فذكر خروج الدجال، قال: فأُنزل، فأُقتله.  
عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ سے  
ہوئی، ان سب نے قیامت کا ذکر کیا..... عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کے خروج کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل  
ہوں گا اور اسے قتل کروں گا۔ [سنن ابن ماجہ، رقم: ۱۸۰۴]

اس روایت کی سند کو حاکم، ذہبی، بوسیری، احمد شاکر، زبیر علی زئی اور حسین سلیم اسد نے صحیح حسن کہا  
ہے۔ البانی اور شعب ابی ارناؤط نے جو ضعیف کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے راوی حدیث مؤثر بن  
عفاۃ کی توثیق کرنے والے امام العجلی کو بھی امام ابن حبان کی طرح متساہل گردانا ہے جو صحیح نہیں۔ تفصیل

کے لئے دیکھئے شیخ حاتم العونی کی تحریر ”بحث حول توثیق العجلی“

<http://www.feqhweb.com/vb/t5529.html>

اسی طرح تاریخ دمشق میں حافظ ابن عساکر نے روایت نقل کی ہے:

قال عبد الله ابن مسعود: إن المسيح بن مريم خارج قبل يوم القيام وليستغن به الناس عن من سواه. عبد الله بن مسعود نے فرمایا: بے شک مسیح ابن مریم قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گے اور ان کی وجہ سے لوگ دوسروں سے مستغنی ہو جائیں گے۔ [تاریخ دمشق: ۱۰۵/۷۴]

پھر لفظ ”زعم“ ہمیشہ شک کے اظہار کے لئے استعمال نہیں ہوتا، امام نووی لکھتے ہیں:

أن زعم ليس مخصوصا بالكذب والقول المشكوك فيه بل يكون أيضا في القول المحقق والصدق الذي لا شك فيه وقد جاء من هذا كثير في الأحاديث وعن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: زعم جبريل كذا، وقد أكثر سيبويه وهو إمام العربية في كتابه الذي هو إمام كتب العربية من قوله زعم الخليل زعم أبو الخطاب يريد بذلك القول المحقق.

”لفظ ”زعم“ جھوٹ یا مشکوک قول کے لئے ہی خاص نہیں، بلکہ یہ محقق اور سچے قول کہ جس میں ذرہ شک نہ ہو کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، ایسا متعدد احادیث میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت ہے کہ جبریل نے یوں زعم کیا (یعنی کہا۔) اور سیبویہ جو کہ لغت عرب کے امام ہیں نے بھی اپنی کتاب میں بارہا محقق اقوال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ”زعم خلیل“ اور ”زعم أبو الخطاب“ [شرح مسلم: ۱۷۱/۱۷۱]

یقیناً شخصیت پرستی دلیل و برہان سے بے بہرہ کر دیتی ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆

(۲)..... صحابہ کا حدیث پر ایمان و ایقان اور عمار خان ناصر صاحب کی عربی دانی:

نزول عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق غامدی صاحب کے خانہ زاد نظریہ کا دفاع کرتے ہوئے عمار خان ناصر صاحب نے عربی دانی کے کمال جو ہر دکھائے ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ و طبرانی وغیرہ نے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

قال رجل عند المغيرة بن شعبة: صلى الله على محمد خاتم الأنبياء، لا نبى بعده، قال المغيرة: (حسبك إذا قلت: خاتم الأنبياء، فإننا كنا نحدث: أن عيسى خارج، فإن هو خرج، فقد كان قبله وبعده).

عمار صاحب نے اس کا ترجمہ کچھ یوں کیا ہے:

”ایک شخص نے مغیرہ بن شعبہ کی مجلس میں نبی علی اللہ علیہ وسلم کے لئے ”خاتم الانبیاء، لا نبی بعده“ کے الفاظ کہے تو مغیرہ نے کہا کہ: تمہیں یہی کافی تھا کہ ”خاتم الانبیاء“ کہہ دیتے، کیونکہ ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ عیسیٰ

علیہ السلام بھی آنے والے ہیں۔ سو اگر وہ آگئے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی ہوں گے اور آپ کے بعد بھی۔ [براہین: ۷۱۰]

اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں:

”ظاہر ہے کہ ایک قطعی الثبوت عقیدہ کے ذکر کے لیے یہ اسلوب کسی طرح موزوں نہیں۔“  
 لیجئے عربی دانی کے جوہر دکھا کر ثابت فرمایا گیا ہے کہ صحابہ کے نزدیک نزول مسیح کا عقیدہ قطعی الثبوت نہیں تھا۔ اور حدیث رسول جان لینے کے بعد بھی صحابہ اس کے بارے میں تردد کا شکار رہتے تھے۔  
 یہاں موصوف نے روایت کے الفاظ ”فإن هو خرج“ کو شرط کے معنی دیے ہیں کہ ”اگر عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوئے“، حقیقت یہ ہے کہ لفظ ”إن“ ہمیشہ شرط کے معنی میں نہیں آتا بلکہ ”إذا“ کی طرح وقت کا بیان کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن حکیم اور کلام عرب کے اسلوب سے استدلال کرتے ہوئے امام بھاص لکھتے ہیں:

”إن“ قد تكون بمعنى: ”إذا“ أيضا.... فإن الناس لا يفرقون في العادة بين ”إذا“ و ”إن“. ”إذا“: لها حظ من الوقت، ومن الشرط، وليست هي شرطاً محضاً، ولا وقتاً محضاً، وإنما تكون تارة في معنى الشرط، وتارة في معنى الوقت، على حسب قيام الدلالة عليه.  
 ”إن“ ”إذا“ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے... اور عادات بھی لوگ ”إذا“ اور ”إن“ میں فرق نہیں کرتے..... ”إذا“ میں وقت کا عنصر بھی ہے اور شرط کا بھی، یہ نہ تو محض شرط کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور نہ محض وقت کے معنوں میں بلکہ دلیل کے مطابق کبھی یہ شرط کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی وقت کے معنوں۔ [شرح مختصر الطحاوی]

اور یہاں واضح ہے کہ استعمال وقت کے معنوں میں ہی ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ صحابہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن کر اس کے بارے میں کسی بھی درجہ میں شک کا اظہار کریں۔  
 اس روایت کا صحیح ترجمہ وہی ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے کیا ہے:  
 ”تمہارے لیے صرف ”خاتم الانبیاء“ کہہ دینا کافی ہے، ”لا نبی بعدی“ کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نکلنے والے ہیں، پس جب وہ نکلیں گے تو وہ آپ سے پہلے بھی ہوئے اور بعد میں بھی۔ [ختم نبوت کامل: ۸۴۲، ۹۴۲]

فرط عقیدت کا شکار ہو کر اپنے استاد کے لیے عذر تراشتے ہوئے عمار صاحب شاید بھول گئے کہ صحابہ کو موصوف کی طرح غامدی صاحب سے کسب فیض کا موقعہ نہیں ملا تھا کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر بھی اس پر ایمان نہ رکھتے۔  
 ☆.....☆.....☆.....☆



## پنجاب اسمبلی کا تحفظ خواتین ایکٹ 2016ء

..... اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک جائزہ.....

خاندان یا گھرانہ ایسے چند افراد کا مجموعہ کہلاتا ہے جو نسبی یا ازدواجی رشتے کے تحت باہم مل جل کر زندگی گزارتے ہیں۔ خاندان ہی انسانی معاشرے کی بنیاد ہے اور بنیاد جس قدر مضبوط ہو عمارت اتنی ہی مستحکم رہتی ہے۔ اس لیے اسلام نے خاندان کے حوالے سے بڑی واضح اور محکم تعلیمات فراہم کی ہیں۔ جس میں خاندان کے ہر فرد کی معاشرتی حیثیت، حقوق اور ذمہ داریاں، ان ذمہ داریوں کی ادائیگی یا خلاف ورزی پر مرتب ہونے والے دنیاوی اور اخروی نتائج کی تفصیلات، اور خاندان کے افراد کے درمیان پیدا ہو جانے والے تنازعات اور جھگڑوں کو نبھانے کا لائحہ عمل شامل ہے۔ مسلمان چودہ صدیوں سے انہی ہدایات کی روشنی میں کامیابی کے ساتھ خوشگوار اور محفوظ خاندانی زندگی گزارتے آئے ہیں۔

اس کے برعکس مغربی تہذیب میں اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ معاشرتی حدود کو پامال کرنے کی وجہ سے خاندانی زندگی کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اب وہاں میاں بیوی کا رشتہ ایک وقتی ضرورت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، خاندان قبیلہ تو دور سگے والدین کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا بھی تصور نہیں۔ بد قسمتی سے مسلمانوں میں موجود مغربی تہذیب کا دلدادہ طبقہ اسی مردہ معاشرت اور مفلوج خاندانی نظام کو اسلامی ممالک میں بھی رائج کرنا چاہتا ہے۔ جس کی تازہ مثال پنجاب اسمبلی کا ”THE PUNJAB PROTECTION OF WOMEN AGAINST VIOLENCE ACT 2016“ ہے۔

یہ ایکٹ کیونکہ بالعموم مرد و عورت اور بالخصوص میاں بیوی کے باہمی جھگڑے کو نبھانے کے لیے ایک نظام سے متعارف کراتا ہے، جبکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ قوانین کو اسلامی تعلیمات اور تشریحات کے تحت وضع کیا جائے، اس لیے ہم ان سطور میں پنجاب اسمبلی کے تحفظ خواتین ایکٹ کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر جانچنے کی کوشش کریں گے۔

تحفظ خواتین بل آئین پاکستان سے متصادم ہے:

ہمارا اَلَمیہ یہ ہے کہ ہمارا آئین قانون سازی کو اسلام کی آغوش میں لانے کی جس قدر ضمانت دیتا ہے، عملی طور پر قوانین اتنے ہی اسلام کے برخلاف بنائے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں غیر ملکی تعاون سے چلنے والی ایسی بہت سی لایز اور این جی اوز سرگرم ہیں جو پاکستان کے نام سے اسلامی جمہوریہ کو اور پاکستان کے اسلامی تشخص کو حرف غلط کی طرح مٹانے کے لیے سر توڑ کوششیں کرتی رہتی ہیں۔ اور اپنے پروگرامز، ٹاک شوز، آرٹیکلز اور لٹریچر کے ذریعے پاکستان کی اسلامی شناخت کو مبہم اور کمزور کر کے ”لبرل پاکستان“ بنانے کے ہدف پر گامزن ہیں۔ یہ ایکٹ انہی لایز کی کاوشوں کا ایک مظہر ہے۔ جیسا کہ اس قانون کا ”Preamble“ (دیباچہ) اس کے اغراض و مقاصد سے پردہ اٹھاتے ہوئے بتاتا ہے کہ یہ قانون کن مقاصد کے لیے اور کیسا معاشرہ تشکیل دینے کے لئے نافذ کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"Since the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, while guaranteeing gender equality, enables the State to make any special provision for the protection of women, it is necessary to protect women against violence including domestic violence, to establish a protection system for effective service delivery to women victims and to create an enabling environment to encourage and facilitate women freely to play their desired role in the society, and to provide for ancillary matters;"

”چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اصناف کے مابین مساوات کی ضمانت دے کر ریاست کو خواتین کے تحفظ کے لیے کوئی خصوصی قانون وضع کرنے کا اختیار دیتا ہے، لہذا ضروری ہو گیا ہے کہ خواتین کو گھریلو تشدد سمیت ہر طرح کے تشدد سے تحفظ فراہم کیا جائے، متاثرہ خواتین کو مؤثر خدمات کی فراہمی کے لیے ایک حفاظتی نظام قائم کیا جائے اور معاشرے میں ان کے حسب منشاء آزادانہ کردار ادا کرنے کے لیے خواتین کی حوصلہ افزائی کی جائے اور سہولت بہم پہنچانے کے لیے موافق ماحول پیدا کیا جائے اور متعلقہ معاملات کے لیے اہتمام کیا جائے۔“

تشدد سے تحفظ کے نام پر معاشرے میں خواتین کے حسب منشاء آزادانہ کردار ادا کرنے کی حوصلہ افزائی کرنا، یہ ہے اس قانون کا مقصد۔ اور ساتھ میں یہ لیبل بھی لگا دیا گیا ہے کہ پاکستان کا آئین ایسی صنفی مساوات کی ضمانت دیتا ہے۔ حالانکہ پاکستان کا آئین ایسی کسی مساوات کی ضمانت نہیں دیتا جس میں شریعت کی قائم کردہ حدود کو پامال کر کے ہر فرد (خواہ مرد ہو یا عورت) معاشرے میں اپنی مرضی اور منشا سے اپنا

کردار متعین کرے اور ریاست اس کردار کی ادائیگی کی حوصلہ افزائی کرے۔ بلکہ آئین پاکستان صرف اُس ”نظریہ مساوات“ کی ضمانت دیتا ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ نہ کہ مغرب کی پیش کردہ ”مادر پدر آزاد، حسب منشا مساوات“۔ چنانچہ قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء جو کہ دستور پاکستان کا متن ہے، کے تیسرے آرٹیکل میں بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے:

”جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدلیہ عمرانی کے اصولوں کو جس طرح اسلام نے

ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملاحظہ رکھا جائے گا۔“ [قرارداد مقاصد: ۱۹۴۹]

صنفاً مساوات کے بارے میں اسلام کی تشریح بڑی واضح ہے کہ حقوق و فرائض کے معاملے میں مرد و عورت برابر ہیں۔ جس طرح عورتوں کے کچھ حقوق مردوں کے ذمہ ہیں اسی طرح مردوں کے بھی کچھ حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ص وَاللَّيْجَالِ عَلَيْهِنَّ ذَرْجَةٌ ط [البقرہ: ۲۲۸]

”اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے البتہ

مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔“

لیکن معاشرے میں ہر ایک کی تخلیق کے مطابق ہر ایک کا دائرہ کار الگ الگ متعین کیا گیا ہے، مثلاً مرد تجارت، سیاست اور جہاد وغیرہ کرتے ہیں، عورتوں کے نان نفقہ، رہائش، لباس اور دیگر ضروریات کا بندوبست کرتے ہیں جبکہ عورتیں گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی پرورش اور اپنے اور خاوند کے مال و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔ یہ ہیں مرد و عورت کے لیے شریعت کی قائم کردہ معاشرتی حدود، جسے کوئی بھی اپنی حسب منشا عبور نہیں کر سکتا۔

الْجَالِ قَوْمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ

أَمْوَالِهِمْ، فَالضِّلِحْتُ قِنْتُ حِفْظْتُ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ط

”مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی

کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ فرمانبردار ہوتی ہیں اور اُن کی پیٹھ پیچھے

اللہ کی حفاظت میں مال و آبرو کی خبرداری کرتی ہیں۔“ [نساء: ۳۴]

عائلی جھگڑوں کے بارے میں قرآن کا لائحہ عمل:

خاندانی تنازعات کے بارے میں قرآن و سنت کی تعلیم یہ ہے کہ قاضی کی عدالت سے قبل باہمی

افہام و تفہیم اور پنچائیت، جرگہ وغیرہ کے ذریعہ معاملے کا تصفیہ کر لیا جائے۔ کیونکہ عدالتی فیصلوں کا نفسیاتی اثر

یہ پڑتا ہے کہ دلوں میں کدورتیں جنم لیتی ہیں اور دُوریاں بڑھتی ہیں۔ جو کہ اسلام کے فلسفہ صلہ رحمی کے منافی ہے۔ اس لیے حضرات فقہاء کرامؒ اس بارے میں حضرت فاروق اعظمؓ کے ارشادِ گرامی سے بھی راہنمائی لیتے ہیں جو انہوں نے اپنے قاضیوں کے نام جاری کیا تھا:

”ردوا القضاء بین ذوی الأرحام حتی یصلحو، فإن فصل القضاء یورث الضغائن“ [معین الحکام: ۲۰]

”رشتہ داروں کے مقدمات کو انہی میں واپس کر دو، تاکہ وہ خود برادری کی امداد سے آپس میں صلح کی صورت نکال لیں، کیونکہ قاضی کا فیصلہ دلوں میں کینہ و عداوت پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔“

[معارف القرآن: ۲/۳۰۵]

قرآن کریم نے میاں بیوی کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں، اس میں بھی معاملے کو یک لخت عدالت کے سپرد کرنے کی بجائے تدریجی طریقہ بتلایا ہے۔ سورت نساء کی آیت ۳۴ اور ۳۵ میں صلح کے اس عمل کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱)..... پہلے مرحلے میں زوجین آپس میں خود ہی تصفیہ کر لیں۔ گھر سے باہر بات نکلنے کی نوبت نہ آئے۔ مسئلے کی نوعیت کے لحاظ سے اس کے تین درجے بتائے گئے ہیں:

(۱)..... زبانی نصیحت اور افہام و تفہیم۔ (ب)..... بستر سے علیحدگی۔

(ج)..... ہلکی پھلکی پٹائی۔ جس کی وضاحت احادیث میں کر دی گئی ہے، کہ ایسی پٹائی جو چہرے پر نہ ہو، اور اس سے جسم پر نشان بھی نہ پڑے۔

وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ج [نساء: ۳۴]  
 ”اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بد خوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) ان کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کیساتھ سونا ترک کر دو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زد و کوب کرو۔“

(۲)..... اگر میاں بیوی آپس میں تصفیہ نہیں کر پاتے اور مسئلہ ارباب اختیار تک پہنچتا ہے، تو حکومت فوری طور پر عدالت کو ملوث کرنے کی بجائے فریقین کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص کو ثالثی مقرر کرے۔ یہ دونوں ثالثی معاملے کی تحقیق کر کے جھگڑے کا تصفیہ اور صلح کرادیں، اور معاملہ عدالت تک نہ پہنچنے پائے۔

وَأَنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا جَ إِنَّ يُرِيدَ إِضْلَاحًا يُّوَفِّقُ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا۔ [نساء: ۳۵]

”اور اگر تمہیں معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور

ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ وہ اگر صلح کر ادینی چاہیں گے تو اللہ اُن میں موافقت پیدا کر دے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا اور سب باتوں سے خبردار ہے۔“

اگر اس طریقے سے بھی صلح نہیں ہو پاتی تو پھر سب سے آخر میں عدالت سے رجوع کیا جائے گا۔ اور عدالت قرآن و سنت کی روشنی میں زوجین کے مابین جو فیصلہ مناسب سمجھے گی، اُسے نافذ کرے گی۔

تحفظ خواتین ایکٹ میں قرآنی لائحہ عمل کی خلاف ورزی:

اب ہم اس ایکٹ کو دیکھتے ہیں تو یہ عائلی تنازعات میں اسلام کے مزاج اور قرآن کے پیش کردہ لائحہ عمل سے صاف طور پر متصادم نظر آتا ہے۔ اس میں صلح کی جگہ تفریق اور انصاف کی جگہ انتقام کا عنصر زیادہ دیکھائی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر ”سیکشن ۲ کی دفعہ ۲“ میں نفسیاتی تشدد کی تعریف کی گئی ہے:

"psychological violence includes psychological deterioration of aggrieved person which may result in anorexia, suicide attempt or clinically proven depression resulting from defendant's oppressive behaviour or limiting freedom of movement of the aggrieved person and that condition is certified by a panel of psychologists appointed by District Women Protection Committee;"

”نفسیاتی تشدد میں مدعا علیہ کے ظالمانہ رویے سے متاثرہ شخصیت کی آزادی نقل و حرکت ختم کر دینے کے باعث متاثرہ شخصیت میں پیدا ہو جانے والی نفسیاتی ابتری ہے جو بھوک نہ لگنے، خودکشی کی کوشش اور طبی طور پر ثابت شدہ ڈپریشن کا باعث بن سکتی ہے اور یہ کیفیت ڈسٹرکٹ ویمن پروٹیکشن کمیٹی کے مقرر کردہ ماہرین نفسیات کے پینل کی جانب سے تصدیق شدہ ہو۔“

اس تعریف کے تحت ہر وہ شخص جو اپنی بہن، بیوی یا بیٹی کو آزادانہ گھومنے پھرنے، یا مخلوط محفلوں، کنسرٹس اور فیشن شوز وغیرہ میں جانے سے روکتا ہے یا ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے، یا تنبیہا ہاتھ اٹھاتا ہے، ایسا کرنے سے خاتون غصے سے بے قابو ہو کر خودکشی کی کوشش کرتی ہے، یا اسے اپنی توہین سمجھتے ہوئے ذہنی دباؤ کا شکار ہونے لگتی ہیں تو ایسا شخص اس قانون کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ اور درج ذیل سزاؤں کا مستحق قرار دیا جاسکتا ہے:

”(اے)..... استثناء کے ساتھ یا بغیر متاثرہ خاتون سے کوئی رابطہ نہ کرے۔

(بی)..... استثناء کے ساتھ یا بغیر متاثرہ خاتون سے دور رہے۔

(سی)..... متاثرہ خاتون سے اتنے فاصلے پر رہے جس کا تعین عدالت کیس کے حقائق اور

واقعات کے تناظر میں کرے گی۔

(ڈی)..... سنگین تشدد کے کسی عمل یا ممکنہ سنگین تشدد جس سے متاثرہ شخصیت کی زندگی، ناموس، یا شہرت کو خطرہ لاحق ہو کی نشاندہی کی غرض سے ٹخنہ یا کلائی پر بریسلٹ جی پی ایس ٹریکر پہنے۔  
(ای)..... سنگین تشدد کے باعث متاثرہ شخصیت کی زندگی، ناموس، یا شہرت کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں گھر سے نکل جائے۔

(ایف)..... مدعا علیہ اپنے پاس جائز طور پر موجود کسی ہتھیار یا آتشیں اسلحہ کو سپرد کر دے یا مدعا علیہ آتشیں اسلحہ خریدنے یا آتشیں اسلحہ کالائسنس حاصل کرنے سے باز رہے۔  
(جی)..... تشدد کے کسی عمل میں معاونت یا اعانت کرنے سے باز رہے۔ (یعنی والدہ یا کوئی اور سربراہ ڈانٹ ڈپٹ کرے تو اس کی حوصلہ افزائی سے بھی گریز کرے۔ راقم)  
(ایچ)..... متاثرہ خاتون کے کام کی جگہ پر جانے یا متاثرہ خاتون کے اکثر جانے والی کسی جگہ جانے سے باز رہے۔

(آئی)..... کسی زیر کفالت بچے، دیگر رشتہ دار یا کسی بھی فرد پر تشدد کرنے سے باز رہے جو تشدد ہونے پر متاثرہ خاتون کی مدد کرتا ہو۔ [سیکشن ۷ پر وٹیکشن آرڈر]  
(ڈی)..... (افسر تحفظ خواتین) متاثرہ شخصیت کی زندگی، ناموس یا شہرت کو تحفظ دینے کی غرض سے اسٹائلس گھنٹوں کے لیے مدعا علیہ کو گھر سے فوری طور پر باہر نکل جانے کی ہدایت کرے گا۔  
[سیکشن ۱۴، دفعہ ۳، ذیلی دفعہ ڈی]

”وومن پروٹیکشن کمیٹی“ میں قرآنی ہدایات سے انحراف:

سورہ نساء کی مذکورہ بالا آیات میں حکم دیا گیا کہ زوجین کے خاندان سے ایک ایک فرد لیکر مصالحتی کمیٹی بنائی جائے۔ ایمان اور آئین کا تقاضا تھا کہ اس حکم پر من و عن عمل کیا جاتا۔ مگر یہ قانون مصالحتی عمل میں رشتہ داروں کے کردار کی نہ صرف یکسر نفی کرتا ہے، بلکہ متاثرہ خاتون کے قریب بھٹکنے کی بھی اجازت نہیں دیتا:  
”مدعا علیہ یا مدعا علیہ کے کسی رشتہ دار کو اس ٹیلٹر ہوم، یا کام کرنے والی جگہ، یا ایسی جگہ جہاں پر متاثرہ خاتون کا اکثر آنا جانا ہو وہاں جانے کی اجازت نہ ہوگی۔“ [سیکشن ۸ ریزیڈنس آرڈر، دفعہ ایف]

مصالحتی عمل کے لیے اس قانون کے تحت جو کمیٹی تشکیل دی گئی ہے، وہ سرکاری افسران اور مغربی تہذیب کی پرچارک این جی اوز کے افراد پر مشتمل ہے۔ ”برکت“ کے لیے شہر کے ایک دو نامی گرامی لوگوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ جو شخص بھی اس قانون کی روح کے خلاف کام

کرے گا اُسے کمیٹی سے خارج کر دیا جائے گا۔ ملاحظہ فرمائیں:

(دفعہ: ۲)..... کمیٹی کا سربراہ ضلع کا ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن افسر ہوگا، جو ذیلی دفعہ (۳) کے تابع درج ذیل اراکین پر مشتمل ہوگی:

(اے) ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ افسر (صحت)۔

(اے) ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ افسر (کمیونٹی ڈویلپمنٹ)۔

(اے) ڈسٹرکٹ پولیس کے سربراہ کا ایک نمائندہ۔

(ڈی) ڈسٹرکٹ افسر سوشل ویلفیئر۔

(ای) ڈسٹرکٹ ویمن پروٹیکشن افسر۔

(دفعہ: ۳)..... حکومت ہر ڈسٹرکٹ ویمن پروٹیکشن کمیٹی کے لیے سول سوسائٹی اور اس ضلع کے رہائشی مخیر حضرات میں سے چار غیر سرکاری اراکین نامزد کرے گی۔

(دفعہ: ۷)..... حکومت، غیر سرکاری رکن کو کسی بھی وقت، غلط روی، عدم دلچسپی، اختصار یا اختیارات کے ناجائز استعمال یا قانون ہذا کے مقاصد کے منافی کسی دیگر اقدام کی بناء پر برطرف کر سکتی ہے۔

[سیکشن ۱۱]

### متاثرہ خاتون کی تشہیر:

اسلام نے عورت کے تقدس کے پیش نظر ہی گھریلو تنازعات کو عدالت میں جانے سے پہلے آپس میں حل کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر خواتین کے تحفظ کا ضامن پنجاب اسمبلی کا یہ ایکٹ عجیب و غریب تحفظ فراہم کرتا ہے کہ خاندان کی بربادی کے ساتھ ساتھ عورت کا بھی خوب حشر نشر کیا جائے۔ چنانچہ سیکشن ۳ کی دفعہ ایک میں لکھا ہے کہ:

”حکومت ذیلی دفعہ (۲) کے تحت کسی متاثرہ خاتون پر ہونے والے تشدد کے مقدمے کی تفصیلات اور

متاثرہ خاتون کے تحفظ کے لیے اٹھائے گئے اقدامات کے بارے میں موصول ہونے والی معلومات کو

سات دن کے اندر اپنی ویب سائٹ پر شائع کرے گی، جس پر عوام الناس کی مفت رسائی ہوگی۔“

یہ ہے پنجاب اسمبلی کا خواتین کو فراہم کیا جانے والا تحفظ۔ اگر اس قانون پر عملدرآمد شروع ہو جاتا ہے (بوقت تحریر ضلع ملتان میں یہ قانون نافذ کر دیا گیا ہے) تو ہمارا معاشرہ بھی اس بھیانک معاشرت سے دوچار ہوگا جس کی آغوش میں آج مغربی معاشرہ سسک رہا ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆

## بھارت، امریکہ، ایران۔۔۔۔ ہدف بلوچستان ظلم اور مکروفریب کا دور دورہ

لوگوں کو حیرت ہے کہ بھارت پاکستان میں تخریب کاری اور دہشت گردی کے لیے ایران کی سرزمین استعمال کر رہا تھا، لیکن وہ لوگ جو صد ہا سال سے بلوچستان میں رہتے ہیں اور وہ پڑوسی ایرانیوں کو جانتے ہیں، ان کے لیے یہ بالکل چونکا دینے والا واقعہ نہیں تھا کہ بھارت کی خفیہ ایجنسی ”را“ کا ایک اعلیٰ سطح کا عہدیدار ”کل بھوشن یادو“ چاہ بہار میں بیٹھ کر بلوچستان میں علیحدگی پسندی اور فرقہ وارانہ کارروائیوں کے لیے مالی اور تکنیکی مدد فراہم کر رہا تھا اور اس کے حوصلے اس قدر بلند ہو گئے تھے کہ وہ بے دھڑک پاکستان آ جا رہا تھا۔

ایران اور پاکستان کا بارڈر کوئی افغانستان کی طرح نہیں ہے کہ جس سے ہر کوئی مختلف غیر معروف راستوں سے ادھر ادھر آتا جاتا رہا ہے۔ ایرانی انقلاب کے بعد ایران نے پاکستان کے ساتھ اپنی سرحد کو شاندار اور مضبوط قسم کی تاروں سے بنی جالی سے بند کر دیا تھا جس پر رات دن ان کا گشت جاری رہتا تھا۔ 2007ء میں ایران نے اپنی سرحد پر 3 فٹ چوڑی اور دس فٹ بلند دیوار کھڑی کرنے کا منصوبہ شروع کیا جو سات سو کلومیٹر لمبی سرحد پر بنائی جانا تھی۔ اس پوری سرحد کو ایرانی ہی کنٹرول کرتے ہیں اور کوئی ان کی مرضی کے بغیر سرحد پار نہیں کر سکتا۔

اس لیے کسی بھارتی کا بھیس بدل کر پاکستانی سرحد میں داخل ہونا ایرانی سرحدی عہدیداران جنہیں مرزبان کہتے ہیں، ان کی مرضی کے بغیر ممکن نہیں۔ البتہ وہ اسمگلروں کے قافلوں میں گھس کر آ سکتا ہے۔ لیکن یہ اس قدر خطرناک ہے کہ گزشتہ کئی دہائیوں سے اسمگلروں نے سدھائے ہوئے اونٹ پالے ہوئے ہیں۔ وہ انھیں انیم وغیرہ کھلاتے ہیں اور پھر بارڈر پر کسی ایسی جگہ سے جالی وغیرہ توڑ کر داخل کرتے ہیں جہاں ایرانی سپاہ کی آمد و رفت کم ہو۔ اونٹ تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے ایرانی سرحد میں موجود کسی گودام کے کھلے گیٹ میں داخل ہو جاتے ہیں، گیٹ بند ہو جاتا ہے، سامان اترتا ہے، لا دا جاتا ہے اور اونٹ واپس



روانہ کر دیا جاتا ہے۔ اس سارے عرصے میں کوئی اونٹ پر سوار موجود نہیں ہوتا۔ اسی لیے آپ اگر براستہ تفتان ایران میں داخل ہوں تو آپ کو اردگرد صحرائیں پاسداران یا کسٹم حکام کی فائرنگ سے مرے ہوئے اونٹ نظر آئیں گے۔

ایران سے پٹرول بھی ایرانی اور پاکستانی حکام کی سرپرستی میں پاکستان میں اسمگل ہوتا ہے۔ سرحد کے ساتھ ساتھ پٹرول پمپ بنائے گئے ہیں جہاں بلوچ عوام گدھا گاڑیوں پر ٹینکیاں رکھے پٹرول بھرتے ہیں، پھر انھیں ڈرموں میں ڈال کر پک اپ پر رکھ پاکستان اسمگل کیا جاتا ہے۔

ایران میں بسنے والے بلوچ عوام کی یہی گزر بسر اور یہی معاشی حیثیت ہے۔ ایران میں ان کی تعداد اتنی ہے جتنی پاکستان میں بلوچوں کی، لیکن کھیتی باڑی، اسمگلنگ اور چھوٹے موٹے کاروبار سے زیادہ انھیں آگے بڑھنے نہیں دیا جاتا۔ تمام سرکاری عہدوں پر فائز لوگ نسلی ایرانی ہوتے ہیں جو دیگر صوبوں سے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ محفلوں، سرکاری دفاتر اور دیگر جگہوں پر بلوچی بولنا بدتہذیبی کے زمرے میں آتا ہے جس کی سزا قطع تعلق پر ختم ہوتی ہے۔

پاکستان میں میڈیا پر بیٹھا کوئی مبصر، تجزیہ نگار یا پاکستانی میں ایران کا بلاوجہ دفاع کرنے والا اگر یہ دعویٰ کرے کہ چاہ بہار میں مقیم بھارتی راکا ایجنٹ ایرانی حکومت کے اہلکاروں کی مدد کے بغیر بلوچستان میں گھومتا رہا، یہاں سرمایہ اور خاص طور پر اسلحہ بھی فراہم کرتا رہا تو اس جھوٹ پر پاکستان میں آباد باقی لوگ تو یقین کر لیں گے جن کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے لیکن منہ سے لے کر رباط تک پھیلے سات سو کلومیٹر پر مشتمل ایرانی بارڈر کے اس طرف رہنے والے بلوچوں کو یقین نہیں آ سکتا کہ وہ تو روز اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھتے ہیں۔

آپ منہ سے سفر کرنا شروع کریں، پھر کرک، گراوٹ، ماتھیل، تالاب، تفتان سے ہوتے رباط تک جائیں اور وہاں کی مقامی آبادی سے ایرانی سرحدی گارڈز کی پاکستان میں مداخلت کے بارے میں سوال کریں تو وہاں آپ کو ناقابل یقین باتیں سننے کو ملیں گی۔ کیسے پاکستان کے مفور قاتل، چور، اسمگلر اور جرائم پیشہ افراد، ایران میں پناہ لیتے ہیں، کس طرح گلگت بلتستان سے لے کر پاکستان کے چپے چپے سے لوگ وہاں جاتے ہیں۔ بارڈر کے ارد گرد رہنے والے بلوچ سب جانتے ہیں کہ زائرین کون ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ کون اور کہاں رہتے ہیں۔

یہ سب تو گزشتہ تیس سالوں سے چلتا چلا آ رہا ہے۔ بھارت اور ایران کے رومانس کی کہانی زیادہ پرانی نہیں۔ یوں تو ہندوستان سے ایران کے رشتے اس وقت استوار ہوئے تھے جب سے صفوی بادشاہ

تہماسپ نے جلاوطن ہمایوں کو مدد فراہم کی تھی اور اس نے برصغیر کے سب سے قابل حکمران شیرشاہ سوری کے جانشینوں کو شکست دے کر اقتدار واپس حاصل کر لیا تھا۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد یہ تعلق مختلف وجوہ کی بنیاد پر پاکستان کے ساتھ زیادہ مضبوط ہو گیا۔

دونوں ملک سرد جنگ کے زمانے میں امریکا کے ساتھ کھڑے تھے، اس لیے ایران نے سب سے پہلے پاکستان کو تسلیم کیا جب کہ بھارت روس اور غیر جانبدار ممالک کی تنظیم سے وابستہ تھا اس لیے بھارت کے ایران کے ساتھ سفارتی تعلقات بھی 15 مارچ 1950ء یعنی آزادی کے تین سال بعد قائم ہوئے۔ انقلاب ایران کے بعد بھارت کے ایران سے تعلقات اچانک بہتر ہوئے اور لکھنؤ اور قم کے درمیان ایک مضبوط تعلق قائم ہوا۔ چونکہ بھارت صدام حسین کے عراق کے ساتھ تھا اس لیے تعلقات میں کمی آئی۔ لیکن کچھ عرصے بعد دونوں ممالک کو ایک نکتے پر اکٹھا ہونا پڑا۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت بن گئی جو پاکستان کے لیے ایک بہت بڑی نعمت تھی۔

گزشتہ ڈیڑھ سو سال بعد پاکستان کا مغربی بارڈر محفوظ ہوا تھا۔ طالبان کی حکومت کی مخالفت میں ایران شمالی اتحاد کی ہر طریقے سے مدد کر رہا تھا۔ بھارت بھی افغانستان میں طالبان کی شکست چاہتا تھا۔ یہاں سے بھارت اور ایران کا وہ رشتہ مستحکم ہوا جس میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا۔ شمالی اتحاد کو ہر طرح کی امداد تین ملکوں سے میسر تھی، بھارت، ایران اور امریکا، تینوں کا یہ خفیہ معاشرہ کئی سال چلتا رہا۔ یہی وہ دور تھا جب ایرانی سفارت کاروں کے روپ میں پاسداران باقاعدہ افغانستان میں ٹریننگ دیتے۔

گیارہ ستمبر کے بعد جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تو کامیابی کے بعد ایرانی پاسداران کے سربراہ نے بیان دیا تھا کہ ہم امریکیوں کے شانہ بشانہ طالبان کے خلاف لڑے تھے۔ فتح کے بعد ایران نے بیس ہزار افغانی سپاہیوں کو ٹریننگ دی۔ باربرا سلاوون Slavin Barbra کی فتح کی وہ تفصیلی رپورٹ کہ کس طرح ایران نے افغانستان میں موجود طالبان کے بارے میں نیٹو اور امریکا کو معلومات فراہم کیں اور بھاگنے والے القاعدہ کے رہنماؤں کو پکڑ کر امریکا کے حوالے کیا۔

ایران کا طالبان مخالف بننے والی حکومت پر اس قدر اثر و نفوذ تھا کہ جب امریکا نے فتح کے بعد جرمنی کے شہر بون میں حکومت سازی کے لیے کانفرنس بلائی تو امریکا چاہتا تھا کہ حامد کرزی حکومت بنائے۔ شمالی اتحاد نہیں مان رہا تھا۔ امریکی نمائندہ حمیز ڈوبنز Dobbins James کہتا ہے کہ ہمارے کہنے پر ایرانی نمائندہ جاوید ظریف شمالی اتحاد کے نمائندے یونس قانونی کو ایک جانب لے گیا، اس کے کان میں سرگوشی کی اور پھر ایک منٹ بعد معاہدہ طے پا گیا۔ شمالی اتحاد کی حکومت بھارت کا بھی ایک خواب تھا اور ایران

کا بھی منصوبہ۔ طالبان کی حکومت ختم ہوئی تو اس کے بعد 15 اگست کی پریڈ پر لال قلعہ دہلی سے وزیراعظم اٹل بھاری باجپائی نے لکارتے ہوئے کہا تھا کہ اے پاکستان کے حکمرانوں کہاں ہیں تمہارے طالبان جن کے بل بوتے پر تم ہمیں ڈراتے تھے۔

امریکا، ایران اور بھارت یہ تینوں اس مسئلے پر پاکستان کے خلاف متحد تھے۔ ہر کسی کا اپنا اپنا مفاد ہے اور ہر کوئی آج بھی اسی مفاد کو حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے۔ یہ مفاد اس قدر مضبوط ہے کہ پوری دنیا نے ایران پر پابندیاں لگا رکھی تھیں لیکن بھارت ایرانی پٹرول خریدتا تھا۔ 2007ء میں یہ تجارت 13 ارب ڈالر کی تھی۔ لیکن 2008ء متحدہ عرب امارات کے ذریعے یہ تجارت 30 ارب ڈالر تک جا پہنچی۔

بھارت کا چالیس فیصد تیل ایران سے آتا رہا۔ جون 2009ء میں بھارت نے ایران میں تیل اور گیس کے ذخائر پر کام کرنے کے لیے پانچ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کا آغاز کیا۔ امریکا نے بھارت پر الزام لگایا کہ وہ پابندیوں کے باوجود ایرانی تیل خرید رہا ہے اور عالمی بینکاری نظام کے بجائے Asian Union Clearing کو استعمال کرتا ہے۔ یہ امریکی غصہ بھی ایک دکھاوا تھا۔ بھارت نے جواب دیا کہ ایرانی ایٹمی پروگرام سے بھارت کو کوئی خطرہ نہیں اور وہ ایران سے تیل بھی خریدتا رہا اور وہاں سرمایہ کاری بھی کرتا رہا۔ امریکا، ایران اور بھارت کا مفاد ایک اور جگہ پر مشترک ہوتا تھا اور وہ ہے بلوچستان اس خطے کی اہمیت اس وقت اور زیادہ اہم ہو گئی جب پاکستان نے چین کے ساتھ گوادر سے سکینا تک راہداری کا منصوبہ شروع کیا۔

اس کے ٹھیک ایک ہفتے بعد بھارت نے ایران سے مل کر چاہ بہار کی بندرگاہ پر کام شروع کیا اور اس بندرگاہ کا انتظام بھارت کے حوالے کر دیا گیا۔ چین پاکستان راہداری کو ناکام بنانے کے لیے بھارت نے چاہ بہار، ملاک، زرنج اور دلارام کے راستے 213 کلومیٹر روڈ پر 750 ملین ڈالر سے کام شروع کیا تاکہ افغانستان کے راستے وسطی ایشیا کو ملایا جائے۔

یہ سب اس لیے شروع کیا گیا کہ گوادر سکینا تک راہداری کی ناکامی بہت ضروری تھی اور اس کے لیے بلوچستان پر توجہ مرکوز کی گئی۔ اس لیے مجھے تو کوئی تعجب نہیں ہوا اور نہ ہی بلوچستان کے بلوچوں کو کوئی حیرت ہے کہ اسی چاہ بہار سے ایک ”را“ کا ایجنٹ پاکستان میں علیحدگی، تخریب کاری اور دہشت گردی کی سرپرستی کرتا رہا۔ اس میں تو تینوں ملکوں کا مفاد وابستہ تھا، بھارت، ایران، امریکا۔ تینوں کا ہدف ایک ہے۔۔۔ بلوچستان۔!!

[روزنامہ ”ایکسپریس“ ۲۸ مارچ ۲۰۱۶ء بروز پیر]

ظلم اور مکرو فریب کا دور دورہ:

کسی کو اندازہ ہے کہ اس گھر کے باسیوں پر کیا تیتی ہے جب پولیس دندناتی ہوئی چاروں طرف سے اسے گھیر لیتی ہے، کچھ چھتوں پر چڑھ جاتے ہیں، گلیوں کے کونوں پر بندوق بردارنا کے لگا لیتے ہیں۔ اس کے بعد چاک و چوبند اور مستعد جوان پستولیں تھامے ٹھڈے مارتے ہوئے دروازہ کھولنے کا اشارہ کرتے ہیں، اندر سے خوفزدہ لوگوں کا باپ، بیٹا، یا بھائی باہر آتا ہے، اسے گردن سے پکڑ کر دھکے دیتے ہوئے ایک جانب کیا جاتا ہے اور پھر یہ فاتحین گھر میں داخل ہوتے ہیں، کانپتے ہوئے اہل خانہ کو دھکیلتے ہوئے ایک جانب کیا جاتا ہے، خواہ ان میں اسی سال کی بڑھیا اور ایک ماہ کا بچہ کیوں نہ ہو، مکان کے کونوں کھدروں کی تلاشی لی جاتی ہے۔

سب کچھ ادھیڑ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ ملزم مل جائے تو واہ واہ، نہ ملے تو اہل خانہ میں سے اپنی پسند کے مطابق باپ، بھائی، بیٹا، بیوی، بہن، جس کو چاہا گاڑی میں ڈال کر تفتیش کے لیے تھانے لے جایا جاتا ہے۔ تھانے کی خوفناک فضا کا شاید کسی کو اندازہ نہیں اور اس بات کا بھی بہت کم لوگوں کو علم ہوتا ہے کہ کس طرح تھانے کے بڑے گیٹ بند کر لیے جاتے ہیں اور پھر صحن سے حوالات تک جاتے جاتے لاقوں، گھونسوں، ڈنڈوں اور بیدوں کی برسات شروع ہو جاتی ہے اور انھیں حوالات میں ایسے پھینکا جاتا ہے جیسے ذبح کرنے والی مرغیاں پنجرہ میں۔ چند لمحے سانس لینے کے بعد یہ ”عظیم اور ذہین“ پولیس تفتیش کا آغاز کرتی ہے۔

یہ طریق کار اس قدر خوفناک اور اذیت ناک ہوتا ہے کہ روح کانپ اٹھتی ہے۔ اگر گھر سے بہت سے لوگوں کو اٹھایا ہوتا ہے تو ایک شخص کو ساتھ والے کمرے میں لے جایا جاتا ہے اور پھر اس کی دل دہلا دینے والی چیخیں اس کے باپ بھائی یا بیٹے تک حوالات میں پہنچتی ہیں۔ اگر پولیس کے وہ آلات تشدد عام لوگوں کے لیے نمائش کے طور پر رکھ دیے جائیں یا پھر ان کے طریقوں پر کوئی ڈاکو میٹری بنائی جائے تو لوگ خوف سے کانپ اٹھیں۔

ایک زمانہ تھا کہ پولیس کا یہ ظلم و تشدد اور بربریت کا لمحہ خاموشی سے بیت جاتا تھا۔ ملزم مل جاتا تھا یا پھر پتہ چل جاتا تھا کہ یہ ملزم نہیں، بلکہ پولیس سے غلطی ہو گئی اور پھر ان مظلوم اور مضروب اہل خانہ کو خاموشی سے گھر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ وہ بھی اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر چپ سے ہو جاتے۔ بس اسی بات پر شکر ادا کرتے تھے کہ عزت بحال ہو گئی۔

لیکن آج اذیت اور تکلیف ہزار گنا زیادہ ہو گئی ہے۔ اس ملک کے افق پر آزاد میڈیا بندوق سے

بھی زیادہ خوفناک ہتھیار یعنی کیمرا اٹھائے گھوم رہا ہے اور یہ اس قدر اخلاقیات سے عاری ہے کہ کسی بھی بے گناہ، شریف آدمی کی عزت نفس کو پامال کر کے، اسے ذلیل و رسوا کر کے بھاگ جاتا ہے۔ اس کو علم بھی ہو جائے کہ اس نے ایک ایسے گھر کی رسوائی اور بدنامی میں حصہ ڈالا، اسے بے آبرو کیا ہے پھر بھی خاموش ہو جاتا ہے۔

کبھی اپنا قصور مان کر معافی نہیں مانگتا۔ اس گھر کی عزت بحال نہیں کرتا۔ میڈیا اس معاملے میں متعصب بھی ہے، وہ جس کو چاہتا ہے کہ بے آبرو کرے اسی کو کرتا ہے اور جس ملزم بلکہ مجرم کا جرم چھپانا چاہے تو اس پر خاموشی کی چادر تان دیتا ہے۔ اسے معزز اور عزت دار بلکہ عوامی نمائندہ کہہ کر چپ کر جاتا ہے۔ گزشتہ چند دن پولیس کی اسی بد معاشی اور میڈیا کی ملی بھگت کا شکار وہ گھرانا رہا ہے جس کے بارے میں پنجاب پولیس کے ”مستعد“ اور ”چاک و چوبند“ ماہرین نے یہ اعلان کر دیا کہ ہمیں اقبال پارک کے خود کش بمبار محمد یوسف کا سر مل گیا ہے اور ساتھ ہی اس کا شناختی کارڈ بھی۔ فوری طور پر اس کے پتے پر مظفر گڑھ پر پولیس پارٹی اس طرح دندناتی ہوئی پہنچ گئی جیسے دنیا کے خطرناک ترین مجرم کو گرفتار کرنا ہے۔ اس کے چار بھائیوں اور ایک چچا کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کا والد ایک سبزی فروش تھا جو عمرے کی ادائیگی کے لیے جاز گیا ہوا تھا۔

اب یہاں میڈیا میدان میں اترا۔ میڈیا کے لیے یہی کافی تھا کہ مرنے والے کے منہ پر داڑھی ہے اور اس کی شکل مولوی کی طرح ہے اور سونے پر سہاگہ یہ کہ اس کا والد عمرے پر گیا ہوا ہے۔ اسے کسی نے ملزم یا مجرم نہیں کہا سیدھا دہشت گرد کہہ دیا۔ اس کے بعد اس ملک کے ”ذہین اور عالی دماغ“ تبصرہ نگاروں، اینکر پرسنوں، رپورٹروں، تجزیہ نگاروں کا ایک سیلاب آگیا۔ کوئی اس کے مدرسے تک جا پہنچا، کوئی اس کے محلے میں کسی نوجوان کو کیمرے اور مائیک سے خوفزدہ کرتا رہا، تبصرہ نگاروں کی لن ترانیاں عروج پر تھیں۔ ہم تو پہلے کہتے تھے یہ جنوبی پنجاب دہشت گردوں کی پناہ گاہ بن چکا ہے۔

یہاں کا ہر مدرسہ دہشت گردوں کی فیکٹری ہے۔ کوئی طالبان تک جا پہنچتا ہے اور کوئی فرقہ وارانہ تنظیموں تک، میڈیا یا ہر گرجتا رہا اور پولیس والے ان چار بھائیوں اور چچا پر تھانے میں برستے رہے اور اس مظلوم محمد یوسف کی لاش دفن ہونے سے بھی محروم رہی۔ بلکہ اس کی تصویروں پر تین دن لعنت ملامت ہوتی رہی۔ کوئی حقیقت بتانے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ جھوٹ کے یہ ملکی ہیر واپنے چینیلوں پر یہاں تک کہتے رہے کہ اس نے دہشت گردی کی تربیت وانا سے حاصل کی تھی۔ اس دوران اس کے دوست محمد یعقوب نے ہمت کی اور بتایا کہ وہ تین دوست اس دن علامہ اقبال پارک سیر کرنے گئے تھے۔

وہ اسے آٹھ سال سے جانتا تھا اور وہ اس کے ساتھ تین ماہ سے چوہر جی میں ایک اکیڈمی میں

لوگوں کو قرآن پاک کی آن لائن تعلیم دیتا تھا۔ پولیس نے کہا ہم نے غلط بیان دیا تھا لیکن اس کے بعد ان تجزیہ نگاروں، اینٹکر پرسنوں اور رپورٹروں کو سانپ سوگھ گیا۔ ایسا لگتا تھا ان کے گھر صف ماتم بچھ گئی ہو۔ سب اس معاملے سے ایسے غائب ہوئے جیسے ٹڈی دل اسپرے کے بعد غائب ہوتے ہیں۔

چار بھائی اور چچا نامعلوم مقام سے واپس آ گئے۔ کسی نے جا کر پوچھا تک نہیں کہ وہ کس اذیت سے گزرے۔ ان کے خاندان پر تین دن ایسی بدنامی اور رسوائی کو میڈیا نے مسلط کیا کہ وہ اپنے لخت جگر کا جنازہ تک اٹھانے کے قابل تک نہ تھے۔ پولیس نے تو اسے ملزم کہا تھا لیکن میڈیا نے تو اسے دہشت گرد کی گردان کر کے اس معاشرے کا گھٹیا ترین شخص ثابت کر دیا۔ کس قدر زعم ہے تمہیں اپنی تفتیشی صحافت پر اور کس قدر ناز ہے تمہیں اپنے آزاد ہونے پر۔ اگر ان تمام تجزیہ نگاروں کے خاندانوں پر ایسے چار دن بیٹے ہوتے جیسے محمد یوسف کے گھر والوں پر گزرے تو میں دیکھتا ان میں کون ہوتا جو اس میڈیا کے خلاف نفرت بھرا ہوا کالم نہ لکھتا، تجزیہ نہ کرتا۔

لیکن میرے ملک کے میڈیا کا مسئلہ تفتیش، تحقیق یا حقائق کی کھوج نہیں ہے۔ اس کا مسئلہ ریٹنگ ہے۔ اسی محمد یوسف کے معاملے میں کتنے چینلوں کے پروگراموں کی ریٹنگ بڑھی ہوگی۔ ان اینٹکر پرسنوں کی تنخواہوں میں بھی شاید اضافہ ہو جائے۔ ریٹنگ کے بعد اس میڈیا کا دوسرا بڑا مسئلہ اسلام، مولوی اور داڑھی ہے۔ اسے بس ایک چھوٹی سی اطلاع ملنی چاہیے کہ خواہ وہ جھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ بھارت اس میڈیا کے تجزیہ نگاروں کا لاڈلا ہے۔

آج سے چند سال پہلے جب کوئی کہتا کہ یہاں تخریب کاری یا دہشت گردی بھارت کروا رہا ہے تو ہمیں طعنے دیتے، پہلے اپنا گھر صاف کرو، سب بھارت پر الزام لگاتے ہیں، ہمارے ہاں انتہا پسندی ہے، مولوی ہے، دہشت گردی ہے، میڈیا کے پاس ایک ای میل آتی ہے یا پھر کوئی چینل یہ اعلان کرتا ہے کہ فلاں واقعہ کی ذمہ داری طالبان نے قبول کر لی اور پھر یہ دھڑا دھڑا اس اطلاع پر شروع ہو جاتے ہیں۔ گھبھوشن یاد ہو جو بھارتی راکا افسر پکڑا گیا، اس کے اعترافات سن لیں تو میڈیا کی کذب بیانیوں، جھوٹ اور مسالہ بازی پر ہنسی آتی ہے۔

اس نے کہا ایس ایس پی اسلم کو میں نے مروایا۔ اس دن کے اخبار اٹھائیں، ٹی وی کے پروگراموں کی ریکارڈنگ دیکھیں اور پھر دیکھتے چلے جائیں، یہ ایس پی اسلم کے قتل سے شروع ہوئے اور پھر نصاب تعلیم میں شدت پسندی سے ہوتے ہوئے قرارداد مقاصد تک جانچنے اور ثابت کرتے رہے کہ یہاں یہ قتل و غارت اس لیے ہے کہ قرارداد مقاصد میں اسلام اس ملک کا مذہب قرار دیا گیا۔ (بقیہ ص 47 پر)

## مسئلہ وحدۃ الوجود اور آل غیر مقلدیت

قسط ۶

زیر علی زئی:

اگر کوئی کہے کہ بہاولپوری صاحب رحمہ اللہ نے میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی طرف اس عقیدہ کا انتساب کر رکھا ہے؟ تو عرض ہے کہ میاں صاحب رحمہ اللہ ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے اور حافظ عبد اللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (اپنے پاسپورٹ کے مطابق) ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے تھے، لہذا یہ سند مرسل و منقطع <sup>۲۹۴</sup> ہے اور اہل حدیث کے نزدیک مرسل و منقطع <sup>۲۹۸</sup> روایت ضعیف ہوتی ہے۔ امام مسلم نے فرمایا: ”والمرسال من الروایات فی أصل قولنا وقول أهل العلم بالاخبار ليس بحجة“ اور ہمارے اور علمائے حدیث کے اصل قول میں مرسل روایات حجت نہیں ہیں۔  
[مقدمہ صحیح مسلم ص ۲۰، طبع دار السلام]  
سید نذیر حسین رحمہ اللہ تو مذکورہ الزام سے بری الذمہ ہوئے اور وحدت الوجود کے خلاف حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ کا اپنا قول ثابت ہے۔ <sup>۲۹۹</sup>

الجواب:

۲۹۴

علی زئی صاحب ”اگر کوئی کہے...“ کہہ کر بات کو فرضی بنا رہے ہیں۔ حالانکہ بندہ نے تو وحدۃ الوجودی میاں صاحب ہی کو ظاہر کیا تھا نہ کہ بہاولپوری صاحب کو۔

۲۹۵

بہاولپوری سے مراد پروفیسر عبد اللہ بہاولپوری صاحب ہیں ان کی عبارت یہ ہے: ”ہمارا اہل حدیثوں کا سلسلہ میاں نذیر حسین صاحب اور پھر دوسرے ان کے شاگرد وغیرہ ہیں، سب تصوف کے قائل ہیں، کوئی وحدۃ الوجود کا شکار ہے، کوئی وحدۃ الشہود کا شکار ہے۔“ [خطبات بہاولپوری: ۳۲۶/۱، دوسرا نسخہ: ۲۸۶]  
مذکورہ بالا عبارت ڈاکٹر شفیق الرحمن غیر مقلد نے بھی نقل کی ہے۔

[اہل توحید کے لئے لمحہ فکریہ: ۲۲ مشمولہ رسائل المحدث جلد دوم]

۲۹۶

(الف) بہاولپوری صاحب نے تو یہ بھی کہا ہے کہ میاں صاحب کے شاگرد بھی وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ اس کا جواب کون دے گا؟ علی زئی صاحب اس کو کیوں نظر انداز کر گئے؟ کیا بہاول پوری صاحب نے ان کے شاگردوں کا زمانہ بھی نہیں پایا؟

میاں نذیر حسین دہلوی اور وحدۃ الوجود

(ب)..... سند کو مرسل تو کہہ دیا۔ اگلی بات بھی سن لیں کہ جب مرسل معتضد ہو تو سب کے نزدیک قابل قبول ہوتی ہے۔ اس سند کو اعتصا حاصل ہے جس کے درج ذیل شواہد ہیں۔

(۱)..... آل غیر مقلدیت نے تصریح کر رکھی ہے کہ ”وحدۃ الوجود“ صوفیاء کا عقیدہ ہے۔

چنانچہ پروفیسر عبداللہ بہاول پوری صاحب غیر مقلد نے کہا:

”وحدۃ الوجود کا عقیدہ صوفیوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔“ [خطبات بہاول پوری: ۱/۳۲]

عطاء اللہ ڈیوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”وحدۃ الوجود ہر صوفی کا عقیدہ ہے۔“ [عقیدہ صوفیت: ۹۲]

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کہتے ہیں:

”مسئلہ وحدۃ الوجود کا دار و مدار حضرات صوفیہ کے کشف و شہود پر ہے۔“ [ماثر صدیقی: ۳۸/۴]

ڈاکٹر محمد سلیم صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہ عقائد وحدت و حلول دین طریقت یا تصوف کی جان ہیں۔“

[تبلیغی جماعت کی علمی و عملی کمزوریاں: ۷۵]

خود علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ ابن حجر کے نزدیک وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھنے بے حد غالی صوفی ہیں۔“

[علمی مقالات: ۴۶۲/۲]

علی زئی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”ایک پیر نے اپنے مرید سے کہا: یہ عقیدہ رکھو کہ تمام چیزیں باطنی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد

ہیں اور ظاہری لحاظ سے اس کے علاوہ ہیں اور اس کا مغائر (غیر) ہیں۔“ [علمی مقالات: ۴۶۲/۲]

جب آپ نے یہ جان لیا کہ آل غیر مقلدیت کی تصریحات کے مطابق ”وحدۃ الوجود“ صوفیاء کا



بنیادی کا عقیدہ ہے تو اگلی بات سنئے کہ میاں صاحب بھی صوفی تھے۔

چنانچہ فضل الرحمن بہاری صاحب غیر مقلدان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اپنے زمانہ کے طبقہ صوفیائے کرام میں بھی آپ کو وہی درجہ حاصل تھا جو معشر علمائے عظام میں

تھا۔ [الحیات بعد الممات: ۲۵۵]

میاں صاحب کی صوفیت کو ”الحیات بعد الممات“ کے درج ذیل صفحات میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

۳۷۳، ۲۶۸، ۲۶۶، ۲۲۵، ۲۲۴

(۲)..... عطاء اللہ ڈیروی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جو لوگ ان کو اولیاء و بزرگان سمجھتے ہیں وہ انہی کی طرح زندگی و الحاد کا عقیدہ رکھتے ہیں،

مثال کی طور پر مشہور زندیق ابن عربی الصوفی مؤلف فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کو... قدس سرہ لکھتے ہیں اور

حلاج جیسے طرد زندیق کو... ولی اللہ لکھا ہے۔“ [عقیدہ صوفیت: ۱۹۰]

اس کا حاصل یہ ہے کہ ”وحدة الوجود“ کے قائل بزرگ ابن عربی وغیرہ کو ”ولی اللہ“ سمجھنے والا وحدة

الوجودی ہے۔

ڈیروی صاحب کی عبارت پڑھنے کے بعد میاں صاحب کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں۔

فضل الرحمن بہاری صاحب غیر مقلد، میاں صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

”شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی بڑی تعظیم کرتے اور خاتم الولاية الحمد یہ فرماتے۔“

[الحیات بعد الممات: ۲۲۴]

یہی بات غیر مقلدین کی کتاب ”تراجم علمائے حدیث ہند: ۱۳۶“ پہ ہے۔

وحدة الوجود والے کو ولی اللہ ماننے والا جب وحدة الوجودی کہلائے گا تو جو اسے ”خاتم الاولیاء“

کہے اس کا کیا حکم ہے؟ وہ وحدة الوجودی لوگوں کا ”خاتم“ کہلائے گا یا کچھ اور؟

(۳)..... وحدة الوجود کے قائل بلکہ بہ اعتراف آل غیر مقلدیت وحدة الوجود کے سب سے بڑے علمبردار ابن

عربی کو میاں صاحب ”شیخ اکبر“ کہتے ہیں۔

چنانچہ میاں صاحب لکھتے ہیں:

”شیخ اکبر کبریت احمر۔“ [معیار الحق: ۱۸۹]

ثناء اللہ امرتسری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔

”مولانا نذیر حسین المعروف حضرت میاں صاحب دہلوی شیخ مدوح (ابن عربی) کو ”شیخ اکبر“

لکھتے ہیں۔ [فتاویٰ ثنائیہ: ۳۳۴/۱]

(۴)..... فضل الرحمن بہاری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مولانا ابوالطیب شمس الحق نے بھی میاں (نذیر حسین) صاحب سے کئی دن متواتر شیخ کبر کی نسبت بحث کی اور فصوص الحکم (مؤلفہ) شیخ اکبر پر اعتراضات جمائے، میاں صاحب نے پہلے تو بہت سمجھایا مگر جب دیکھا کہ ابھی لانسلم ہی کے کوچہ میں ہیں تو فرمایا کہ فتوحات مکیہ آخری تصنیف شیخ اکبر کی ہے، اس لیے اپنی سب تصانیف ماسبق کی یہ ناسخ ہے۔ اس جملہ پر یہ بھی سمجھ گئے۔“ [الحیات بعد الممات: ۲۲۵]

امام خان نوشہروی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”قاضی بشیر الدین قنوجی، ابن عربی کے سخت مخالف تھے اور ابن عربی کی برتری و بزرگی کے روادار نہ تھے۔ میاں (نذیر حسین) صاحب سے صرف شیخ اکبر پر مناظرہ کرنے کے لیے دہلی تشریف لائے دو ہفتے متواتر گفتگو جاری رہی مگر میاں صاحب نے شیخ اکبر کا احترام ہاتھ سے جانے نہ دیا اور آخر کار قاضی صاحب بھی آپ سے متفق ہو گئے۔ اسی طرح علامہ شمس الحق ڈیانوی نے بھی کئی روز شیخ اکبر پر آپ کے ساتھ مناظرہ کیا اور دوران گفتگو میں ”فصوص الحکم“ پیش کرتے رہے، میاں صاحب نے پہلے تو اور طریقوں سے سمجھایا مگر جب دیکھا کہ آپ کسی طرح نہیں مانتے تو فرمایا کہ ”فتوحات مکیہ“ شیخ اکبر کی آخری تصنیف ہونے کی وجہ سے ان کی تمام کتابوں کی ناسخ ہے، اس پر مولانا شمس الحق حقیقت کو پا کر خاموش ہو گئے۔“

[تراجم علمائے حدیث ہند: ۱۴۶]

مذکورہ بالا عبارت سے کئی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ میاں صاحب نے ابن عربی کے اشد مخالف کو شکست دی، قنوجی اور ڈیانوی جیسے غیر مقلدوں سے ابن عربی کی صداقت منوائی، قنوجی اور ڈیانوی جیسے لوگ میاں صاحب سے ابن عربی کا احترام نہ چھڑوا سکے، میاں صاحب ابن عربی کے خیالات کے محافظ اور مناظر ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ میاں صاحب ابن عربی کی کتب کا مطالعہ کیے ہوئے تھے محض سنی سنائی باتوں کی وجہ سے ابن عربی کے معتقد نہیں تھے، اور یہ بات بھی سامنے آئی کہ وہ ابن عربی کے دفاع میں دو ہفتے تک مناظرہ کرتے رہے۔

یہاں ہمیں بتایا جائے کہ شیخ ابن عربی کے دور سے لے کر آج تک سات صدیوں میں کوئی ایسا شخص پیدا ہوا جس نے شیخ مذکور کے دفاع میں مسلسل دو ہفتے محفل مناظرہ جمائے رکھی ہو۔؟

(۵)..... میاں صاحب نے متعدد بار شیخ ابن عربی کے اقوال کو اپنی تائید میں نقل کیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ان کی وصیت نقل کی اور اس پر عنوان ”وصیت شیخ محی الدین ابن العربی کی“ قائم کیا۔ [معیار الحق: ۱۸۹]

(۶)..... علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

”المرء مع من أحب کی رو سے اس کا اور علمائے دیوبند کا ایک ہی حکم ہے۔“

[بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم: ۱۳]

علی زئی بتانا چاہتے ہیں کہ جو کسی سے محبت رکھے اس کا حکم اس کے محبوب کے حکم کی طرح ہے۔ میاں صاحب کو ابن عربی سے محبت اتنی ہے کہ بقول غیر مقلدین ان کے دفاع میں دو ہفتے تک مسلسل مناظرہ کرتے ہیں اور انہیں قابل احترام سمجھتے ہیں کہ مخالف دو ہفتہ تک مناظرہ کر کے بھی ان سے وہ احترام نہ چھین سکے بلکہ الٹا شکست کا منہ دیکھتے ہیں۔

کاش! علی زئی صاحب اپنا ہی معیار مان کر کہہ دیتے کہ میاں صاحب چونکہ وحدۃ الوجود کے قائل ابن عربی سے محبت رکھتے ہیں اس لیے ان کا اور ابن عربی کا ایک ہی حکم ہے کہ دونوں وحدۃ الوجودی ہیں۔ (۷)..... علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

”لہذا جب تک وہ اپنے ان اکابرین سے صحیح براءت نہ کریں اس وقت تک ان کا وہی حکم ہے جو ان کے اکابر کا ہے۔“ [بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم: ۳۲]

ہم نے اپنے رسالہ ”وحدۃ الوجود اور آل غیر مقلدیت“ میں علی زئی صاحب کے مذکورہ بالا اصول کے تحت لکھ دیا تھا:

”آل غیر مقلدیت کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی سے ثابت ہے کہ وہ وحدۃ الوجود کے قائل ابن عربی کو ”خاتم الولاية المحمدية“ کہتے ہیں۔ اور صریح براءت علی زئی صاحب ثابت کریں۔“

مگر تین سال کا عرصہ بیت گیا میاں صاحب کی ابن عربی سے براءت نہ تو علی زئی صاحب ثابت کر سکے اور نہ ہی کوئی دوسرا غیر مقلد۔ میاں صاحب کی ابن عربی سے حمایت ثابت ہے اور اس کی براءت ثابت نہیں تو علی زئی اصول کے مطابق ابن عربی اور میاں صاحب کا ایک حکم ہونا چاہیے کہ وہ دونوں وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔

اتنے شواہد سے اُمید ہے کہ مرسل روایت کو اعتضاد حاصل ہو گیا ہوگا۔ اگر اتنے شواہد سے اعتضاد حاصل نہیں تو پھر کسی مرسل کو معتضد بنانے کے لیے کتنے شواہد چاہیں؟

تنبیہ: بہاول پوری صاحب کی بات کو روایت کا نام ہم نے علی سمیل التقرل دیا ہے دیکھئے حاشیہ: ۲۹۹

۲۹۷

(الف)..... ارسال کی وجہ سے منقطع کہا ہے مگر مرسل روایت کو جب اعتضاد حاصل ہو گیا تب

انقطاع والا اشکال بھی جاتا رہا۔

(ب)..... ہم یہ بھی بتا دینا مناسب سمجھتے ہیں ایک طرف تو علی زئی صاحب انقطاع کی وجہ سے یہاں بات کا انکار کر رہے ہیں اور دوسری طرف بہت سے لوگوں کی اس گواہی کو قبول کر لیتے ہیں جہاں صدیوں کا انقطاع ہوتا ہے۔ مثلاً علی زئی صاحب محمد بن اسحاق کے بارے میں لکھتے ہیں:

”انہیں درج ذیل علماء نے ثقہ و صدوق، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث وغیرہ قرار دیا ہے۔۔۔۔۔ (۲۹) ابن قیم (۳۰) السبکی (۳۱) البیہقی (۳۲) حافظ ابن حجر عسقلانی (۳۳) ابن حجر مکی [مبتدع] (۳۴) خفاجی (۳۵) ابن علان (۳۶) السخاوی (۳۷) ابن کثیر (۳۸) القرطبی (۳۹) شوکانی (۴۰) نواب صدیق حسن (۴۱) احمد شاکر (۴۲) عبد الرحمن مبارک پوری (۴۳) شمس الحق عظیم آبادی (۴۴) بشیر احمد سہسوانی۔“ [نور العینین: ۴۵]

علی زئی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”ان کے علاوہ (۶۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۶۲) ابن خلکان (۶۳) السیوطی (۶۴)۔۔۔ وغیرہ نے بھی اسے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔“ [نور العینین: ۴۶]

علی زئی صاحب نے محمد بن اسحاق کی توثیق میں مذکورہ بالا جن شخصیات کے اسماء گرامی ذکر کیے ہیں یہ سب لوگ محمد بن اسحاق سے صدیوں بعد پیدا ہوئے۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ ایک صدی سے کم کا انقطاع تو مضر ہو اور سات، نو، گیارہ اور تیرہ صدیوں کا انقطاع معتبر ہو جائے؟

(ب)..... علی زئی صاحب نے اپنے مخالفین پر جھوٹ کے جوازام لگائے ہیں ان میں یہ تاثر بھی دیا ہے کہ چونکہ یہ بات فلاں آدمی سے ثابت نہیں ہے لہذا اس کی طرف یہ نسبت جھوٹ ہے۔ دیکھیے علمی مقالات ۲۹۸/۵ وغیرہ۔

پروفیسر عبداللہ بہاول پوری صاحب غیر مقلد نے جو میاں صاحب کی طرف مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کو منسوب کیا ہے۔ علی زئی صاحب کے نزدیک یہ بات ان سے ثابت نہیں، اس لیے انہیں اپنے اصول کے مطابق اسے جھوٹ کہہ دینا چاہیے تھا مگر وہ یہ ہمت بھی نہ کر پائے۔

۲۹۸

علی زئی صاحب کو پوری بات لکھنی چاہیے تھی کہ اہل حدیث کے نزدیک مرسل و منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے جب کہ وہ ان کے خلاف ہو۔ ورنہ اگر ان کے ذوق کے موافق ہو تو پھر خوشی سے قبول کر لیتے ہیں۔ مثلاً چار دن قربانی کے ثبوت میں پیش کی جانے والی روایت ”ایام تشریق ذبح کے دن ہیں“ بہ اعتراف

علی زئی منقطع ہے اور اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔ [توضیح الاحکام ۲/۹۷۱]  
مگر دو چار کے علاوہ پاک و ہند کے سب غیر مقلدین اسی منقطع اور ضعیف روایت کو مدار بنا کر  
چار دن قربانی کے قائل ہیں۔

۲۹۹

یہاں یہ بات بھی مد نظر رہے کہ بہاول پوری صاحب نے میاں صاحب کے وحدۃ الوجودی  
ہونے کو بطور روایت کے بیان نہیں کیا بلکہ بالجزم انہیں وحدۃ الوجودی قرار دے کر اس پر اپنا تبصرہ کیا ہے۔  
اگر علی سبیل التنزل مان لیں کہ بہاول پوری صاحب نے میاں صاحب کے وحدۃ الوجودی ہونے کو بطور  
روایت کے بیان کیا ہے تو ہم کہتے ہیں یہ مرسل معتضد ہے دیکھئے حاشیہ: ۲۹۶  
نیز متعدد غیر مقلدین نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھ رکھا ہے کہ ضعیف روایت اگر صحیح روایت کے  
خلاف نہ ہو تو قابل قبول ہوتی ہے۔ دیکھئے میرا مضمون ”ضعیف احادیث کی اہمیت غیر مقلد علماء کے قلم سے  
“شائع شدہ مجلہ پیغام حق فیصل آباد شمارہ: ۱۴۔

عرض ہے کہ بہاول پوری صاحب کی مذکورہ بات کو روایت کا نام دے کر اسے ضعیف بھی مان لیں تو  
یہ کسی صحیح روایت کے خلاف نہیں۔ اس لیے اصولی طور پر غیر مقلدین کے ہاں یہ روایت قابل قبول ہونی  
چاہیے۔

۳۰۰

امام نووی رحمہ اللہ مرسل روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:  
”...واکثر الفقهاء انه يحتج به اور اکثر الفقہاء کے نزدیک وہ قابل حجت ہے۔“  
[مقدمہ شرح مسلم ۱/۱۷۱]

محمد اسماعیل سلفی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:  
”امام شافعیؒ سے پہلے جمہور اہل علم مرسل کو حجت سمجھتے رہے، سب سے پہلے اس کے متعلق تنقید  
امام شافعیؒ نے فرمائی۔“ [مقالات حدیث: ۳۷۱]  
سلفی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”خود امام شافعیؒ جنہیں مرسل کی حجت پر نقض کا شرف حاصل ہے، مرسل کو بالکل رد نہیں فرماتے،  
اور ائمہ حدیث جو اس فن کے مختلف گوشوں پر ناقدانہ نظر رکھنے کے عادی ہیں، وہ بھی مرسل کو علی الاطلاق رد  
نہیں فرماتے۔“ [مقالات حدیث: ۳۷۳، بحوالہ رکعات تراویح، ایک تحقیقی جائزہ: ۱۰۱]

محمد گوندلوی صاحب غیر مقلد حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

”امام احمد کے فتاویٰ کی بنیاد پانچ اصول پر ہے... چوتھا اصول: مرسل اور ضعیف حدیث کو لینا، جب کہ اس باب میں کوئی اور دلیل اس کے مخالف نہ ہو۔“ [الاصلاح: ۱۳۶]

تنبیہ: بندہ نے یہ عبارت مرسل کی حجیت کے حوالے سے نقل کی ہے نہ کہ ضعیف کی مقبولیت بناء پر۔  
صلاح الدین یوسف صاحب غیر مقلد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پانچ اصولوں (جس میں بقول حافظ ابن قیم مرسل کو قبول کرنا بھی ہے) کے متعلق لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ یہ پانچ اصول صرف امام احمد ہی کے نہیں بلکہ ان کے علاوہ تینوں ائمہ (امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم) کے بھی ہیں۔ علاوہ ازیں محدثین یعنی اہل حدیث کے نزدیک بھی تقریباً یہی اصول ہیں، صرف مرسل روایت سے حجیت و استناد کے وہ قائل نہیں لیکن مذکورہ اقتباس میں مرسل کا حوالہ جس اعتبار سے آیا ہے وہ ہے قیاس کے مقابلے میں مرسل روایت سے استدلال کرنا اور یہ بات ایک حد تک صحیح ہے۔“ [مقدمہ، الاصلاح: ۱۲]

ائمہ اربعہ یوسف صاحب کی نقل کے مطابق مرسل کی حجیت کو مانتے ہیں۔ یہاں انہوں نے ائمہ اربعہ کو محدثین کے مقابل ٹھہرایا ہے جب کہ آل غیر مقلدیت کے اعتراف کے مطابق وہ محدثین ہی ہیں بلکہ غیر مقلدین انہیں اپنی قائم کردہ اصطلاح والا الہدایت کہتے ہیں اگر کوئی مطالبہ کرے تو ہم اس کے ثبوت پر غیر مقلدین کی کتب سے دسیوں حوالے پیش کر سکتے ہیں۔  
محمد گوندلوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مرسل اور ضعیف پر تب عمل جائز ہے جب کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو۔“ [الاصلاح: ۱۳۶]  
یاد رہے کہ پروفیسر عبداللہ بہاول پوری غیر مقلد کا میاں نذیر حسین دہلوی کی طرف ”وحدة الوجود“ کے عقیدہ کو منسوب کرنا کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہے۔ کتاب و سنت کے خلاف تب ہوتا جب کتاب و سنت میں یہ صراحت ہوتی کہ میاں صاحب وحدة الوجود کے قائل نہیں۔  
علی زئی صاحب نے گوندلوی صاحب مذکور کو ”شیخ الاسلام، حجة الاسلام“ کہا ہے۔

[فاتحہ خلف الامام: ۱۱]

تنبیہ: مرسل کی حجیت میں ہم نے یہاں صرف انہی لوگوں کے حوالے دیئے ہیں جو غیر مقلدین ہیں یا وہ لوگ ان کے ہاں اہل حدیث شمار ہوتے ہیں۔ نیز مقدمہ شرح مسلم کے علاوہ سب حوالے غیر مقلدین کی کتابوں کے پیش کیے ہیں اس لئے ان کی تصحیح کی ذمہ داری بھی انہی پر ہے۔

۳۰۱

جی! علی زئی صاحب کے خیال میں بری الذمہ ثابت ہوئے ہوں گے ورنہ دلائل کی دنیا میں تو وہ وحدۃ الوجودی ہی ثابت ہوئے ہیں۔ دیکھئے حاشیہ: ۲۹۶

۳۰۲

بہاول پوری صاحب کے بارے بندہ نے وحدۃ الوجود کی بابت کچھ نہیں کہا تھا، اس لیے اُن کے دفاع کی ضرورت نہ تھی۔ نیز علی زئی صاحب جسے ثابت فتویٰ قرار دے رہے ہیں وہ خود اُن کے اصول کے مطابق غیر ثابت ہے۔ کیونکہ ہم حاشیہ: ۲۹۰ میں اُن کی کتاب ”علمی مقالات ۶/۲۶۳“ سے نقل کر آئے ہیں کہ جب تک صاحب کتاب کی طرف سے کتاب پر نظر ثانی ثابت نہ ہو تو وہ اُس کتاب کے ذمہ دار نہیں۔ پروفیسر صاحب کی جس بات کو علی زئی صاحب نے ثابت فتویٰ کا نام دیا ہے یہ اُن کی طرف منسوب خطبات ”خطبات بہاول پوری“ کی بات ہے جس پر پروفیسر صاحب کی طرف سے نظر ثانی ثابت نہیں۔ (جاری۔۔۔)

صفحہ نمبر 38 کا بقیہ

گمبھوش یاد یو نے سانحہ صغورا گوٹھ کا جرم مانا، فرقہ وارانہ دہشت گردی کا اقبال کیا۔ صغورا گوٹھ کے زمانے کا میڈیا اٹھائیں۔ اگر اس میں کسی کو بھارت کا نام مل جائے تو اس شخص کو عالمی ریکارڈ سے نوازا جائیے۔

سب کی زبانیں اسلام، مولوی، دہشت گرد، طالبان اور مدرسوں پر برس رہی تھیں۔ پھر پتہ چلا یہ تو یونیورسٹیوں کے طالب علم ہیں، ذرا خاموش ہوئے، مدرسے اور طالبان نکل گئے لیکن اسلام اور شدت پسندی باقی رہ گئی۔ ان کا لاڈلا بھارت پھر بھی سامنے نہ آیا۔ یہ کس بلا کے لوگ ہیں جس ملک کا کھاتے ہیں اسی کے دشمن سے محبت کرتے ہیں، جس کشتی میں بیٹھتے ہیں اسی میں سوراخ کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”دجال کے خروج سے پہلے چند سال دھوکا اور فریب کے ہوں گے، سچے کو جھوٹا بنا دیا جائے گا اور جھوٹے کو سچا بنا دیا جائے گا۔ خیانت کرنے والے کو امانت دار بنا دیا جائے گا اور امانت دار کو خیانت کرنے والا قرار دیا جائے گا اور ان میں درو بیضہ بات کریں گے۔ پوچھا گیا درو بیضہ کون ہیں؟ فرمایا: گھٹیا لوگ جو لوگوں کے اہم معاملات میں گفتگو کریں گے (مسند احمد، مسند ابی یعلیٰ، السنن الواردة فی الفتن)۔ رات کو آپ کوئی بھی چمیل کھول کر دیکھ لیں۔ آپ پہچان لیں گے۔ درو بیضہ کون ہیں اور کیسے بولتے ہیں۔ [بشکر یہ روزنامہ اسلام]

## فتنہ غامدی نمبر..... علماء و مبصرین کی نظر میں

عزیز ان گرامی قدر مولانا احسن خدای، مولانا حمزہ احسانی حفظہما اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خیریت طرفین نیک مطلوب

آپ کا ارسال کردہ ماہنامہ مجلہ ”صفدر“ کا ”فتنہ غامدی نمبر“ (جلد اول) مع گرامی نامہ موصول

ہوا۔ یاد آوری کا بے حد شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی محنت و کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

دورِ حاضر میں فتنہ الحاد زوروں پر ہے غامدی صاحب کے متعلق اس طرح کی علمی کاوش اس سے بھی

قبل ہونی چاہیے تھی، بہر حال اب بھی بہت موزوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو بروقت بیدار کر دیا

ہے۔ آپ ہی کے توجہ دلانے پر اہل علم نے جس متین علمی انداز میں غامدی صاحب کے افکار کا جو جائزہ پیش کیا

ہے، بہت خوب ہے۔ ان شاء اللہ متلاشیانِ حق کے لیے وہ ہدایت کا سامان ہوگا اور اس کا دوسرا حصہ آنے

پر ماہنامہ ”صفدر“ کی یہ منفرد علمی کاوش سنگ میل ثابت ہوگی۔ احقاقِ حق کے ساتھ ساتھ ابطالِ باطل کا یہ علمی

و قلمی جہاد، لائقِ صد تبریک و تحسین ہے [تقبل اللہ جہودکم الطیبہ]

☆..... ایک اہم بات جس کی طرف ہم اپنے احباب کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ

کہ غامدی صاحب کی بیشتر عبارات میں اجمال ہے، عامی آدمی ان کی فصیح مگر مغالطہ انگیز تعبیرات کو نہ سمجھنے

کے باعث متاثر ہو جاتا ہے اور یہ روش اہل تجدّد اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ اہل حق کی گرفت کے وقت راہ

فرار اختیار کرنے اور اسلاف کی تحقیقات سے آنکھیں چرانے میں آسانی ہو۔ فلیتدبر.....

☆..... غامدی صاحب کے نظریات کو غائر نگاہ سے دیکھنے والے پر یہ چیز کبھی مخفی نہیں ہوگی کہ ان

سے ہمارا اختلاف ان کے منہج فکر، طریق استنباط اور طرز اجتہاد کا ہے۔

☆..... اور غامدی صاحب کا طرز تحقیق اہل السنّت سے یکسر مختلف ہے، جنہیں دیکھنے سے معلوم

ہوتا ہے کہ ان کے بیشتر خیالات، معتزلہ کے نظریات کا چربہ ہیں۔ اس کی کسی قدر توضیح بندہ ناچیز نے اپنے

رسالہ بنام ”غامدی صاحب کا منہج فکر“ میں کر دی ہے، جس کے چند نسخے آپ کی طرف ارسال کیے جا رہے

ہیں۔

سوئے دریا تحفہ آور دم صدف



## گر قبول افتد زہے عز و شرف

ان کے ساتھ چند اور رسائل بھی روانہ ہیں۔

☆..... علاوہ ازیں احقر نے فون پر بھی عرض کیا تھا اور اب دوبارہ تاکید عرض ہے کہ جملہ مدارس عربیہ کے دارالافتاء بالخصوص دارالعلوم دیوبند سے رجوع کر کے اس کے متعلق فتاوی جات جمع کر کے جلد دوم میں ان کی اشاعت کر دی جائے تو بہت ہی مفید ہوگا۔

بندہ ناچیز آپ حضرات کی دعاؤں کا محتاج ہے۔

جملہ حضرات منتظمین، مولفین، مدیر و سرپرست ماہنامہ صفر کے خدمت میں درجہ بدرجہ سلام مسنون۔

والسلام..... محمد عبدالحمید تونسوی عفا اللہ عنہ

مرکز رحماء بینہم: جامع مسجد تنظیم اہل سنت۔ ابدالی روڈ ملتان

### صفحہ 18 کا بقیہ

.... وہ جو اسلام کے گھر میں پیدا ہو گئے.... مگر ان کی سوچ اور فکر کنعانی ہے.... وہ اس گھر کو نعوذ باللہ حقیر سمجھ کر اس سے کھسکتے جا رہے ہیں.... یہ سارے لوگ طوفان اور آگ کی طرف جا رہے ہیں.... اور وہ جن کو اس گھر پر فخر ہے.... ایمان ہے، اعتماد ہے.... وہ کامیابی اور جنت کی طرف جا رہے ہیں.... بے شک اسلام کا ہر حکم بڑا ہو یا چھوٹا.... اسی میں عزت ہے، اسی میں کامیابی ہے.... واشنگٹن اور لندن کی ساری چمک دمک میرے نزدیک.... میری جیب میں رکھی ہوئی اس مسواک کے برابر بھی نہیں.... جو مسواک حضرت آقادمی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو عطا فرمائی ہے.... جہاد فی سبیل اللہ تو بہت بڑا حکم ہے.... ہمیں نہ اسلام پر کوئی شرمندگی ہے نہ جہاد پر.... ہمیں نہ داڑھی پر شرمندگی ہے اور نہ شلواری ٹخنوں سے اوپر رکھنے پر.... ارے یہی تو عزت، حسن، کامیابی اور ترقی کے نقشے ہیں....

یا اللہ! ایمان اور اسلام کی نعمت پر آپ کا شکر.... بے حد شکر... الحمد للہ رب العالمین۔ [بشکریہ القلم]

جناب محمد بن علوی مالکی صاحب..... اور..... اُن کے حامیوں کے نظریات اور

اکابر اہل سنت کا حقیقی مسلک و مشرب..... الموسوم بہ..... **تحفظ عقائد اہل سنت**

مقدمہ: حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم..... مرتب: خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری

صفحات: 812..... رعایتی ہدیہ: 300..... ڈاک خرچ: 70 روپے

ناشر: جامعہ حنفیہ، فیصل آباد..... رابطہ: 0307-5687800

انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے..... <https://goo.gl/96wroc>

## بنتِ رسول سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

لوح و قلم کی وارث شرم و حیاء کی خوشبو  
لختِ جگر نبیؐ کی ثور و حرا کی خوشبو

کتنی ہی مشکلوں سے گزری مگر نہ ہاری!  
حلم و رضا کی پیکر حلم و رضا کی خوشبو

رحمتِ سفر ہے اس کا دو چار سادہ کپڑے  
گردِ سفر میں لپٹی ارض و سما کی خوشبو

وہ منفرد ہے سب سے وہ مختلف ہے سب سے  
صلِ علیؑ کی حرمتِ صلِ علیؑ کی خوشبو

اس کے لبوں کی جنبش اُس کے لبوں کی تابش  
جیسے دعا کی ٹھنڈک جیسے دعا کی خوشبو

جو کچھ ملا خدا سے، تقسیم کر کے سوئی  
پیغمبروں کی اس میں جود و عطا کی خوشبو

☆.....☆.....☆.....☆